ماہنامہ
الفرقان ربوہ

جون ۱۹۶۷

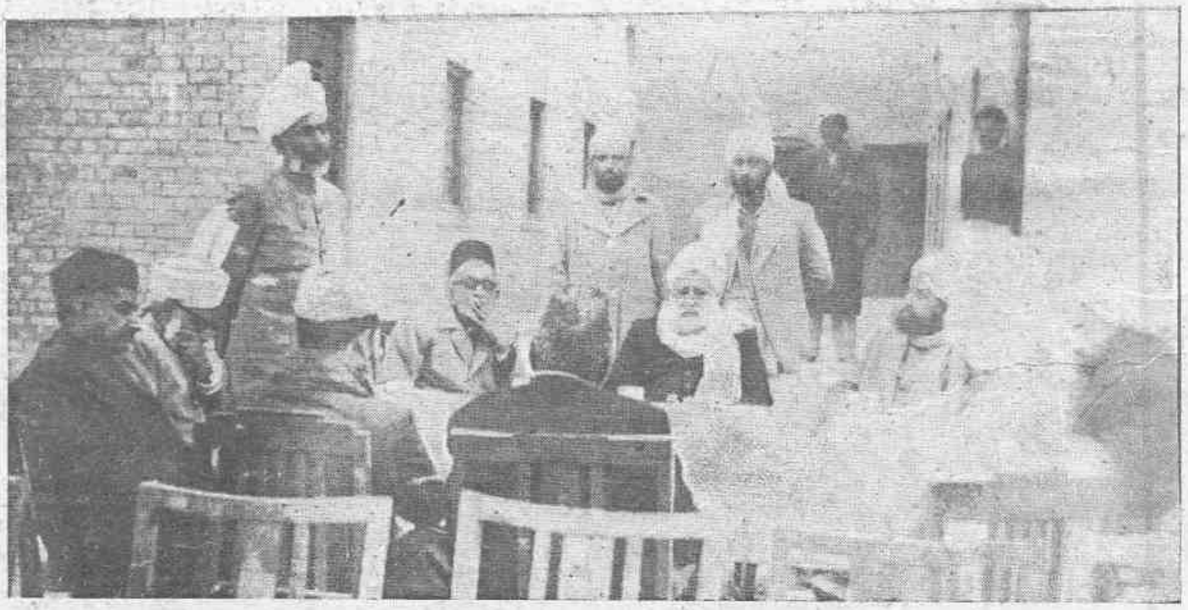

مولانا محمد شریف صاحب مبلغ گیمبیا الوداعی پارٹی میں تقریر کر رہے ہیں

مدیر مسئول
ابو العطاء جالندھری

سالانہ چندہ
پاکستان و بھارت : چھ روپے
دیگر ممالک : تیرہ شلنگ
دیگر ممالک سے بذریعہ ہوائی ڈاک
۲۵ شلنگ

ماہنامہ "الفرقان" اور احباب کا فرض

● **حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا ارشاد :-**

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس۳۰ چالیس۴۰ ہزار بلکہ ایک لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے۔" (الفضل ۵ جنوری ۱۹۵۶ء)

● **حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-**

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابلِ قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں اور قرآن کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رسالہ اُس غرض و غایت کو پُورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدنظر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اُردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ خواہش بڑی گہری اور خدا کی پیدا کردہ آرزو پر مبنی ہے کہ اگر ایسے رسالہ کی اشاعت ایک لاکھ بھی ہو تو پھر بھی دُنیا کی موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کم ہے پس مخیّر اور مستطیع احمدی اصحاب کو یہ رسالہ نہ صرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں خود خریدنا چاہیئے بلکہ اپنی طرف سے نیک دل اور سچّائی کی تڑپ رکھنے والے غیر احمدی اور غیر مُسلم اصحاب کے نام بھی جاری کرانا چاہیئے تا اِس رسالہ کی غرض و غایت بصورت احسن پُوری ہو اور اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی پُوری شان کے ساتھ ساری دُنیا کو اپنے نُور سے منوّر کرے۔ (خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۱۱/۷/۵۹)"

(الفضل ۱۰ جولائی ۱۹۵۹ء)

رسالہ کا سالانہ چندہ چھ روپے ہے!

مینیجر الفرقان ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۷	الفرقان	ربیع الاول ۱۳۸۶ھ
شمارہ ۶	جون ۱۹۶۶ء	احسان ۱۳۴۶ھش

الفہرست

• یاجوج و ماجوج کی آخری جنگ	ایڈیٹر	۲
• آسمانی تحریکات اور معاندین کا رویّہ (احمدیت کے خلاف شورش کا پس منظر)	"	۵
• حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کا عام مسلمانوں پر اثر	جناب مولوی محمد صدیق صاحب ایم۔ اے	۱۳
• امیر غیر مبایعین مولوی صدر الدین صاحب کے تازہ "تذکرہ" کا تجزیہ	ایڈیٹر	۱۴
• سورہ البیّنہ میں ظہور مہدی کی واضح خبر	جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد	۱۷
• حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس دن صلیب پر چڑھائے گئے؟	جناب محمد اکرم خان صاحب غوری	۲۵
• ذبیح اللہ کون ہے؟	جناب شیخ عبد القادر صاحب "محقق عیسائیت"	۲۹
• ایک پادری کے اعتراضات کے جوابات	جناب گیانی واحد حسین صاحب	۳۵
• پاکستان —— اسلام کا مسکن	جناب شیخ غلام مجتبیٰ صاحب کوثر	۳۹
• "سبط نور" اور "شعلۂ پُرنور"	شاہد مجمی کے قلم سے	۴۳
• متفرقات		۴۴
• "سبط نور" کے لئے آسان طریق فیصلہ	جناب مولوی محمد یار صاحب عارف	۴۵

دو اہم کتابیں —— تفہیماتِ ربانیہ، القول المبین

مخالفینِ احمدیت کے جملہ اعتراضات کے مکمل اور مسکت جوابات کے لئے آپ کتاب تفہیماتِ ربانیہ حاصل کریں اس کتاب کے خریدنے کیلئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے پُرزور تاکید فرمائی ہے۔ اب اس کا دوسرا ایڈیشن قریب الاختتام ہے جلد حاصل فرمالیں۔ کتاب مجلد ہے۔ حجم سوا آٹھ صد صفحات سفید کاغذ قیمت گیارہ روپے اخبار کا کاغذ دس روپے

دوسری کتاب القول المبین مسئلہ ختم نبوت پر بقول جناب ایڈیٹر صاحب الفضل انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے مودودی صاحب کے رسالہ ختم نبوت کا جامع جواب ہے جس کے رد میں مودودی صاحب کو جرأت نہیں ہوئی۔ کتاب مجلد ہے کتابی سائز صفحات اڑھائی صد قیمت دو روپے علاوہ محصولڈاک۔ ملنے کا پتہ: مکتبہ الفرقان ربوہ

ادارتیہ

یاجوج وماجوج کی آخری جنگ

الٰہی نوشتوں کے مطابق مقدر ہے کہ آخری زمانہ میں دو بڑی قومیں، جنہیں آگ کے شعلوں کی نسبت سے قرآنی اصطلاح میں یاجوج وماجوج کہا گیا ہے دنیا میں خطرناک فساد برپا کریں گی۔ وہ دنیا کی طاقتور ترین قومیں ہوں گی۔ زمین کے نشیب و فراز پر انہیں تسلط حاصل ہوگا۔ پھر آخرکار ان دونوں قوموں میں ایک ہولناک جنگ ہوگی جو ان کی تباہی کا باعث ہوگی اور اس طرح دنیا ان کے فتنہ سے نجات پائے گی اور ان کے بقیہ باقیہ کو اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے گا۔ تب پھر اہل زمین کو حقیقی امن حاصل ہوگا اور خدائے واحد کی توحید زمین کے چپہ چپہ پر قائم ہوگی۔

قرآن مجید فرماتا ہے :۔

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝ وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝

(الانبیاء ع ۷)

کہ جب یاجوج وماجوج کھولے جائیں گے اور وہ ہر بلندی کو پھاندتے ہوئے دوڑیں گے (وہ نہایت خطرناک وقت ہوگا) وعدۂ حق اس وقت قریب آجائے گا اور اسلام کے دشمن کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور وہ پکار اٹھیں گے کہ ہم تو اس (برے انجام) سے غافل تھے بلکہ ہم اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔"

دوسری جگہ فرمایا :۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۝ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ۝ (الکہف ع ۱۱)

اس وقت ہم انہیں (یاجوج ماجوج کو) ایسا کر دیں گے کہ وہ ایک دوسرے

پر لہروں کی مانند حملہ آور ہوں گے
اور آسمانی بگل بجایا جائے گا اور
ان سب کو اچھی طرح اکھٹا کر دیا
جائے گا۔ اس وقت ان کافروں کو
جہنم کے سامنے پیش کیا جائیگا"

یاجوج و ماجوج کی آخری زمانہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ ان کے بھیانک انجام کو بھی اِن آیات میں پیشگوئی کے رنگ میں بیان کر دیا گیا ہے' ان کی باہمی خطرناک آویزش کا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے اور ان کی تباہی کی خبر دیدی گئی ہے۔

بائبل میں لکھا ہے:-

(۱) "خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے کہ دیکھ
مَیں تیرا مخالف ہوں۔ اے جوج! روس
اور مسک اور توبال کے سردار۔ اور مَیں
تجھے پلٹ دونگا اور تجھے لئے پھروں گا۔
اور ایسا کروں گا کہ تُو اُتّر کی اطراف سے
چڑھ آئے اور تجھے اسرائیل کے پہاڑوں
پر لاؤں گا۔" (حزقیل ۳۹/۲-۳)

(۲) "اور مَیں ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں
میں بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں ایک
آگ بھیجوں گا اور وہ جانیں گے کہ مَیں
خداوند ہوں" (حزقیل ۳۹/۶)

(۳) بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خیر القرون کے گزر جانے کا ذکر کیا ہے اور پھر لکھا ہے:-

"اور جب ہزار برس پُورے ہو چکیں گے
تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جائے گا اور ان
قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف ہوں گی
یعنی یاجوج و ماجوج کو گمراہ کرکے لڑائی
کے لئے جمع کرنے کو نکلے گا اور ان کا شمار سمندر
کی ریت کے برابر ہوگا اور وہ تمام زمین پر
پھیل جائیں گی اور مقدسوں کی لشکرگاہ اور
عزیز شہر کو چاروں طرف سے گھیر لیں گی اور
آسمان پر سے آگ نازل ہو کر انہیں کھا جائیگی"
(مکاشفہ یوحنا ۲۱/۷-۹)

ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربِ قیامت میں مسیح موعودؑ کی بعثت کے ذکر میں فرمایا ہے:-

وَيَبْعَثُ اللّٰهُ يَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ
وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ
فَيَمُرُّ اَوَائِلُهُمْ عَلٰى بُحَيْرَةِ
طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُوْنَ مَا فِيْهَا
وَيَمُرُّ اٰخِرُهُمْ فَيَقُوْلُ
لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةً مَاءٌ
ثُمَّ يَسِيْرُوْنَ حَتّٰى يَنْتَهُوْا
اِلٰى جَبَلِ الْخَمَرِ وَهُوَ جَبَلُ
بَيْتِ الْمُقَدَّسِ ۔الحدیث
(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۷۴)

کہ اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو اُبھاریگا
اور وہ ہر بلندی کو پھاندتے جائینگے اُنکا

اگلا حصہ بحیرہ طبریہ سے گزرے گا اور اس کا سارا پانی پی جائے گا۔ انکے پچھلے آئیں گے تو کہیں گے کہ یہاں کبھی پانی ہوتا تھا۔ پھر وہ چلتے چلتے **بیت المقدس** کے پہاڑ جبل الخمر پر پہنچیں گے۔" الخ

یہ لمبی حدیث ہے استعارات کی زبان میں آخری زمانہ میں یاجوج وماجوج کی تباہی کا اس میں ذکر ہے۔ اس حدیث میں یاجوج وماجوج کے آخری معرکہ کیلئے بحیرہ طبریہ اور بیت المقدس کے ماحول کا صریح اشارہ ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ:-

"خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آخری زمانہ میں یہ دونوں قومیں خروج کرینگی یعنی اپنی **جلالی قوت** کے ساتھ ظاہر ہونگی جیسا کہ سورۂ کہف میں فرماتا ہے وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ۔ یعنی یہ دونوں دوسروں کو مغلوب کر کے پھر ایک دوسرے پر حملہ کریں گی۔"

(ازالہ اوہام طبع سوم صفحہ ۲۱۱)

صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ اپنی ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:-

"دنیا میں ایک حشر برپا ہوگا وہ اول الحشر ہوگا اور تمام بادشاہ آپس میں ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گے اور ایسا کشت و خون ہوگا کہ زمین خون سے بھر جائے گی۔ اور ہر ایک بادشاہ کی رعایا بھی آپس میں خوفناک لڑائی کرے گی۔ ایک عالمگیر تباہی آوے گی۔ ان تمام واقعات کا مرکز ملکِ شام ہوگا الخ"

(تذکرۃ المہدی مصنفہ پیر سراج الحق صاحبؓ حصہ دوم صفحہ ۳)

معزز قارئین! اس وقت حالات نہایت تشویشناک ہیں، یاجوج و ماجوج کی آخری مقدر جنگ کا وقت آ گیا ہے یا ابھی اس میں کچھ دیر ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر قرائن بتاتے ہیں کہ اس آخری ہولناک جنگ کی گھڑی سر پر کھڑی ہے۔ سب مسلمانوں کو دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ مسلم ممالک کی حفاظت فرمائے اور یاجوج وماجوج کے شر سے ہر حصۂ دنیا کے مسلمانوں کو محفوظ رکھے اور جلد تر **اسلام کی آخری فتح اور کامل غلبہ کے دن لائے** ۔ آمین یارب العالمین ٭ ۴ ۶/۶۷

معاونینِ خاص کیلئے درخواستِ دعا

الفرقان کے دس سالہ خریدار حضرات نے آڑے وقت میں رسالہ کی امداد فرمائی تھی اللہ تعالیٰ انہیں جزاء خیر دے۔ احباب سے درخواست ہے کہ ان سب کے لئے دعا فرمائیں۔

(مینجر)

آسمانی تحریکات اور معاندین کا رویّہ

احمدیّت کے خلاف شورش کا پس منظر

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے مامور، مصلح اور فرستادہ انسان ایک آسمانی پیغام لیکر آتے ہیں۔ وہ بنی نوع انسان کے ہمدرد، شفیق اور بہترین خیر خواہ ہوتے ہیں۔ وہ اپنی قوم اور اپنے لوگوں کی صحیح رہنمائی کے لئے مبعوث ہوتے ہیں انہیں لوگوں کی جائدادوں، ان کے اموال اور ان کی ریاستوں سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ وہ تو مذہبی اصلاح اور دلوں میں پاک تبدیلی پیدا کرنے کے لئے آتے ہیں۔ وہ غلط خیالات، غلط معتقدات اور غلط اعمال کی درستی کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ وہ توحید کے منادی اور حق کے پرستار ہوتے ہیں۔ وہ انسانوں کو ہلاکت کے راستہ سے ہٹانے اور انہیں کامیابی و نجات کی راہ پر چلانے کیلئے آتے ہیں۔ وہ اپنے دعویٰ پر دلائل، بیّنات اور براہین پیش کرتے ہیں۔ وہ مخالفین کے غلط مزاعم کو باطل ثابت کرنے کے لئے ناقابلِ تردید عقلی دلائل پیش کرتے ہیں، ایسے عقلی دلائل جن پر مخالفین دم بخود رہ جاتے ہیں۔

خدا کے فرستادوں کے دلائل اور بیّنات سے عاجز آکر ایمان لانے کی بجائے مکذبین اور منکرین اپنی ضد و انکار میں اور بڑھ جاتے ہیں، راہِ حق کو قبول کرنے کی بجائے وہ باطل کی ڈگر پر سرپٹ دوڑنا شروع کر دیتے ہیں اور آخر ہلاک و برباد ہوتے ہیں۔ یہ باطل پرست لوگ اپنے مذہبی عقائد و اعمال کی صحت پر کوئی دلیل قائم کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے برگزیدوں پر جھوٹے اور مفتریانہ الزامات تراشنا شروع کر دیتے اور لوگوں کو، جاہل عوام کو اشتعال دلانے کے لئے ایسی سازشیں، ایسے منصوبے اور ایسی شورشیں کرتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ تاریخ مذاہب کا یہ کتنا المیہ ہے کہ جو برگزیدہ بندے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اصلاحِ خلق کے لئے مامور ہوتے ہیں تاریکی کے فرزند انہیں مفسد اور بنی نوع انسان کے بدخواہ قرار دیتے ہیں، ان کے خلاف صدہا قسم کے بے بنیاد الزام لگاتے ہیں۔ خدا کے فرستادے ہزار کہتے رہیں کہ ہم تم سے کوئی اجر نہیں چاہتے۔ ہمیں تمہاری حکومتوں اور تمہارے ملکوں سے کوئی سروکار نہیں ہم تو تم کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور سچائی کی ڈگر پر چلانے کے لئے

آئے ہیں۔ وہ ہزار بار اعلان کرتے رہیں مگر حق کے دشمن عوام کو بھڑکانے کے لئے کبھی یہ کہتے ہیں کہ یہ مدعیٔ وحی و الہام تم سے تمہارا ملک چھیننا چاہتا ہے، تم کو ملک بدر کرنا چاہتا ہے، تم پر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، تمہاری تہذیب و ثقافت کو برباد کرنا چاہتا ہے، تمہارے شیرازہ کو بکھیرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ان دشمنانِ صداقت کا مدعا اس قسم کی شورشوں سے یہ ہوتا ہے کہ لوگ نبیوں اور ماموروں کی باتوں کو ٹھنڈے دل سے نہ سن سکیں۔ اور ملک کی خالص مذہبی تحریک پر کان نہ دھریں۔ وہ عوام کو بے وقوف بنا کر انہیں نبیوں کی باتوں کے سننے اور ان کے دلائل پر غور کرنے سے روکنے کیلئے یہ سب منصوبے بناتے ہیں۔

قرآن مجید بتلاتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے خالص مذہبی پیغام لیکر فرعون کے دربار میں پہنچے تو پہلے تو فرعون نے اپنی ہوشیاری اور شاطرانہ چالوں سے انہیں مات دینی چاہی، توحید کے خلاف تمسخرانہ انداز اختیار کیا، موسیٰ علیہ السلام کو مختل الدماغ انسان قرار دیکر توجہ دوسری طرف پھیرنی چاہی لیکن جب اس کے یہ سارے حربے بے کار ثابت ہوگئے اور اُسے حق و صداقت کے سامنے کوئی جواب نہ سوجھتا تھا تو اس نے نہایت چالاکی سے سردارانِ قوم اور اہلِ ملک کو برانگیختہ کرنے کے لئے اعلان کر دیا:۔

قَالَ لِلْمَلَإِ حَوْلَهُ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ۝ يُرِيدُ أَن يُخْرِجَكُم مِّنْ أَرْضِكُم بِسِحْرِهِ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝

(الشعراء ع)

کہ اے سردارانِ قوم! یہ موسیٰ تو بہت ہوشیار جادوگر ہے۔ اس کا ارادہ یہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہارا ملک چھین لے اور تمہیں ملک بدر کر دے۔ اب تم کیا فیصلہ کرتے ہو؟"

اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب ہو کر کہا:۔

قَالَ أَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ أَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يَا مُوسَىٰ ۝

(طٰہٰ ع)

کہ آپ کے آنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہمیں آپ اپنی خفیہ سازش کے ذریعہ ہمارے ملک سے نکال دیں؟"

سردارانِ قوم نے فرعونِ مصر کی شہ پاکر سارے ملک میں آگ لگا دی اور ہر جگہ لوگوں کو اُکسا کر کہتے پھرتے تھے:۔

قَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ۝ يُرِيدُ أَن يُخْرِجَكُم مِّنْ أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝

(اعراف ع ۱۴)

کہ اے لوگو! یہ موسیٰ تو بہت ہوشیار
جادوگر ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ
وہ تمہیں ارضِ مصر سے نکال دے
اور خود اس پر قابض ہو جائے اب
تم بتاؤ کہ کیا کرنا چاہیئے؟"
اللہ تعالیٰ سورہ طٰہٰ میں فرماتا ہے:۔

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ
يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ
مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا
وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ
الْمُثْلٰى ۝ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ
ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ج (طٰہٰ ع۳)

کہ قوم کے لیڈروں نے لوگوں سے
کہا کہ موسیٰؑ اور ہارونؑ دو ہوشیار
سازشی ہیں۔ ان کا ارادہ یہی ہے کہ
تمہیں ملک سے محروم کر دیں اور تمہاری
بہترین ثقافت اور مذہب کو تباہ
کر دیں اب تم ان کے مقابلہ کیلئے
بالاتفاق کوئی تدبیر کرو اور سارے
مل کر ان کا مقابلہ کرو۔"
ایک اور مقام پر ان کا یہ قول بھی وارد ہے:۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا
عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا
وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ
فِي الْاَرْضِ ط (یونس ع)

کہ کیا تُو ہمارے پاس اسلئے آیا ہے
کہ ہمیں اُن کاموں سے موڑ دے
جن پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو عمل
کرتے ہوئے پایا ہے اور تم دونوں
ملک میں اپنی بڑائی قائم کرنا چاہتے
ہو۔"

فرعونِ مصر نے مذہبی اور سیاسی ہر دو گروہوں
کو حضرت موسیٰؑ کے خلاف انگیخت کرتے ہوئے اعلان
کیا:۔ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ
دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي
الْاَرْضِ الْفَسَادَ (المومن ع۳)
کہ مجھے تو سخت خطرہ پیدا ہو گیا
ہے کہ یہ موسیٰ تم لوگوں کے دین کو
بدل دے گا اور ملک میں سخت
فساد پیدا کر دے گا۔"

اس ساری شورش کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرعون نے
اپنے ملک کے جادوگروں کو حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ پر
لا کھڑا کیا۔ مقابلہ ہوا۔ جادوگر فوراً سمجھ گئے کہ حضرت
موسیٰ ہماری طرح کے جادوگر نہیں ہیں یہ تو خدا کے
فرستادہ ہیں وہ اسی وقت میدان میں ہی ایمان لے آئے
اب پھر فرعون کی شاطرانہ ذہنیت آڑے آئی اس نے
ان مومن جادوگروں کو دھمکاتے ہوئے کہا:۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ
اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا
لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي

اَلْمَدِیْنَۃِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا
اَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۰
(اعراف ع)

کہ تمہارا اس طرح میری اجازت کے بغیر ایمان لے آنا بتاتا ہے کہ تم نے اس ملک اور اس شہر کے خلاف ایک خطرناک سازش کی ہے تاکہ باشندگانِ ملک کو جلاوطن کر دو۔ تمہیں اس کے انجام کا عنقریب پتہ لگ جائے گا۔"

فرعونیوں کے اس طریقِ کار سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کے منکر کس طرح جھوٹ پر بنیاد رکھ کر اشتعال دلاتے ہیں۔ وہ مذہبی لوگوں کو مذہب کے نام پر اکساتے ہیں اور سیاسی لوگوں کو ملک کی حفاظت کے نام پر اُبھارتے ہیں مگر ان لوگوں کا یہ صریح ظلم ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام لوگوں سے ملک چھیننے کے لئے نہیں آیا کرتے اور نہ ان کے دشمن ہوتے ہیں۔

فرعونیوں کا یہ طریقِ کار انوکھا نہ تھا۔ ان سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں قوم کے سرداروں نے یہی گندہ حربہ استعمال کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا
بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ
يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ (المومنون ع)

کہ انہوں نے کہا کہ اے لوگو! یہ نوح تمہاری طرح ایک انسان ہے اس کا دعوئ رسالت سے صرف یہ مقصد ہے کہ وہ تم سے اپنی بڑائی منوانا چاہتا ہے۔"

تاریخ انبیاء پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی کے مقابلہ پر دشمنوں نے یہی ناکارہ اور بوسیدہ ہتھیار استعمال کیا ہے حضرت مسیح علیہ السلام فلسطین میں یہودیوں کی اصلاح کے لئے اس وقت مبعوث ہوئے جب فلسطین پر رومی حکومت کا قبضہ تھا اور یہودی ایک غیر قوم کے ماتحت زندگی بسر کرتے تھے۔ یہودی علماء نے حضرت مسیح کے خلاف بھی اسی قسم کی سازش کی۔ انجیل میں لکھا ہے کہ:۔

"وہ (یہودیوں کے فقیہہ اور سردار کاہن) اس کی تاک میں لگے اور جاسوس بھیجے کہ راستباز بن کر اس کی کوئی بات پکڑیں تاکہ اس کو حاکم کے قبضے اور اختیار میں دے دیں۔ انہوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اے استاد! ہم جانتے ہیں کہ تیرا کلام اور تعلیم درست ہے اور تو کسی کی طرفداری نہیں کرتا بلکہ سچائی سے خدا کی راہ کی تعلیم دیتا ہے ہمیں قیصر کو خراج دینا روا ہے یا نہیں؟ اس نے ان کی مکاری معلوم کر کے ان سے کہا ایک دینار مجھے دکھاؤ اس پر کس کی صورت اور نام ہے؟ انہوں نے کہا قیصر کا۔ اس نے ان سے

کہا پس جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو۔" (لوقا ۲۰ : ۲۵)

اس حوالہ پر غور کرنے سے ان تمام شرارتوں اور شورشوں کا نظارہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے جو یہودی علماء حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے خلاف اختیار کر رہے تھے۔ اگر حضرت مسیحؑ فرماتے کہ تم قیصر کو خراج مت دو تو وہ شریر لوگ رومی حکومت کو اُکساتے کہ مسیح **بغاوت** کی تعلیم دیتا ہے اور اگر کہتے کہ قیصر کو خراج دو تو وہ یہودی عوام کو انگیخت کرتے کہ یہ عجیب مسیحا ہے جو ہمیں رومی حکومت کی غلامی کی تلقین کرتا ہے۔ حضرت مسیحؑ نے انکی سازش کو بھانپ کر ایسا مسکت جواب دیا کہ وہ دم بخود رہ گئے۔

فرعون اور فرعونیوں کے پاس اقتدار اور سلطنت بھی انہوں نے سیدنا حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی دعوتِ حق کو براہِ راست **سیاسی مسئلہ** بنا کر عوام کو بھڑکایا۔ حضرت مسیحؑ کے وقت یہودی غیر ملکی حکومت کے تابع تھے انہوں نے حضرت مسیحؑ کی آسمانی دعوت کو بالواسطہ **سیاسی مسئلہ** بنا دیا اور پیلاطوس کے ذریعہ مسیح کو صلیب پر مارنے کی ناپاک کوشش کی۔

تحریکِ احمدیت کو "سیاسی مسئلہ" بنانے کی سازش

احمدیت ایک آسمانی تحریک ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا کے فرستادہ ہیں اور آپ کا پیغام ایک روحانی پیغام ہے۔ آپ دوسری قوموں اور مسلمانوں کے لئے خداوند تعالیٰ کی مرضی پر چلنے کی راہ بتانے کے لئے آئے ہیں۔ آپ کو سیاسیات اور دنیوی حکومتوں کے کاروبار سے کوئی سروکار نہیں مگر قدیم سنت کے مطابق معاندین نے روزِ اول سے احمدیہ تحریک کو ایک **سیاسی مسئلہ** بنانے کی کوشش کر کے پہلے انگریزی حکومت کو اُبھارا کہ یہ مہدویت کے مدعی ہیں اور ہزاروں فدائیانِ اسلام ان کے ہاتھ پر جمع ہو رہے ہیں حکومت کو ان سے **خطرہ** ہے۔ بہت سے کم فہم انگریز افسران سازشوں کا شکار ہو گئے اور احمدیہ جماعت کو انگریزی حکومت کے وقت بھی بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ انگریزوں کے جانے، آزادیٔ وطن کے حاصل ہونے اور قیامِ پاکستان کے بعد معاند علماء کا وطیرہ جماعت احمدیہ کے بارے میں اس سے مختلف نہ تھا جو حضرت موسیٰؑ کے وقت میں فرعونیوں کی طرف سے اختیار کیا گیا تھا۔ حالانکہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ جماعت احمدیہ نے بحیثیتِ مجموعی پاکستان بننے کے لئے دوسروں سے بڑھ کر پر جوش اور مؤثر کوشش کی ہے اور پاکستان سب پاکستانیوں کا ہے مگر احرار جو روزِ اول سے اس **پاک سرزمین** کے قیام کے دشمن تھے اس کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد بھی اس میں فساد و انتشار پیدا کرنے کی کوشش کر رہے۔ ان دنوں گزرے ہوئے احرار کی نمائندگی ہفت روزہ چٹان کے ایڈیٹر شورش کاشمیری کر رہے ہیں۔

چٹان کی اشتعال انگیزی کا مقصد کیا ہے؟

چند ہفتوں سے خاص اشارہ اور وطن دشمنوں کے

منصوبہ کے ماتحت شورش صاحب نے پھر جماعت احمدیہ کے خلاف شورش بپا رکھی ہے، وہ چاہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کو جسے وہ صدر پاکستان اور حکومت پاکستان کی وفادار جماعت مانتے ہیں بلا وجہ تنگ کیا جائے بلکہ اسے خوفزدہ کیا جائے ان مقالات کی غرض و غایت بقول شورش یہ ہے کہ:-

"میرزائیت سے خوفزدہ ہونے کی نہیں **میرزائیت کو خوفزدہ کرنیکی ضرورت** ہے۔" (چٹان ۲۲ر مئی ۶۷ء)

احرار کو تجربہ ہے اور انہیں اعتراف ہے کہ وہ جماعت احمدیہ کا مقابلہ کر کے بار بار منہ کی کھا چکے ہیں اور ہر میدان میں انہیں شکست کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ خود شورش صاحب کا اعتراف ہے کہ:-

(۱) "**احراری** اپنی تمام تر سلامتیوں اور عظیم قربانیوں کے باوجود **بدقسمت تھے**۔ ان کی مثال بدقسمت جومن قوم کی سی ہے کہ جان نثاری کے باوجود ہر معرکہ میں ہاران کا نوشتۂ تقدیر رہی ہے۔" (کتاب سید عطاء اللہ شاہ بخاری صفحہ ۱۶۲)

(۲) "قادیانی جماعت کے لئے بدلہ چکانے کا بہترین موقع تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ احرار کو اس سارے قضیہ میں اتنی بڑی قربانی (؟) کے باوجود **شکست فاش ہوئی**۔" (ر ر صفحہ ۱۶۵)

ابھی تازہ اعتراف ہے کہ:-

"یہ صحیح ہے کہ سیاسیات میں احرار کو شکست ہوگئی ہے۔" (چٹان یکم مئی ۶۷ء)

اس تجربہ اور اعتراف کے باوجود شورش صاحب کا احمدیوں کو خوفزدہ کرنے کا منصوبہ بنانا اور اس کے لئے اپنے شورش پسند ساتھیوں کو اکٹھا کر کے سازشیں کرنا صاف بتا رہا ہے کہ کوئی خاص اور تازہ کھونٹا مہیا ہوا ہے۔

علماء کی مذہبی بحثوں کی تغلیط

شورش صاحب نے متکبرانہ انداز میں اعلان کیا ہے کہ:-

(۱) "میرزائیت کی اصل بنیاد دین نہیں سیاست ہے۔ اس کا مطالعہ دینی اعتبار سے نہیں بلکہ سیاسی اعتبار سے کرنا چاہئے۔ **ان سے مذہبی بحث چھیڑنا ہی غلط ہے**۔"

(۲) "میں سمجھتا ہوں میرزائیوں سے خاتم النبیین کے لغوی، اصطلاحی یا قرآنی مفہوم پر بحث **کرنا بھی بنیادی طور پر غلط ہے**۔"

(۳) "یہ بحث ہی غلط ہے کہ میرزا صاحب نبی تھے کہ نہیں۔ جو لوگ میرزا صاحب کی نبوت کا مفروضہ قائم کر کے نبوت کے مفہوم و مقصد پر بحث کرتے اور مناظرہ رچاتے ہیں میرا خیال ہے وہ **غلطی پر ہیں**۔" (چٹان ۸ر مئی ۶۷ء)

گویا پون صدی تک مسلمانوں کے بزعم خود علماء **غلطی** میں مبتلا رہے، **بنیادی غلطی** کرتے رہے۔ قرآن و حدیث سے اللہ یہ عقائد پر بحثیں اور مناظرے کر کے غلطی کے مرتکب ہوتے رہے۔ کیا انہیں اتنی عقل و فراست بھی نہ تھی جو اس ہفت روزہ کے **دینی طور پر سراسر خام** ایڈیٹر کو آج حاصل ہوگئی ہے؟ جن مسلمانوں کو اپنے علماء کی عقلوں پر اعتماد ہے وہ تو شورش صاحب

کے اس اندازِ فکر پر بے ساختہ پکار اُٹھیں گے کہ ؎

ایاز قدرِ خود را بشناس

مذہبی عقائد کی سنجیدہ بحثوں سے یہاں **دلیل کے مقابل پر دلیل کی ضرورت ہوتی ہے** شورش صاحب کا گریز اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ انہیں خوب احساس ہے کہ اس میدان میں احمدیوں کا پلڑ بھاری ہے اسلئے آئندہ علماء کو اس میدان سے باز رکھا جائے۔

شورش صاحب کے نکاتِ ستّہ پر ان کا چیلنج منظور ــــ!

شورش صاحب نے چنیوٹ کی تقریر میں کہا ہے کہ :-

"اگر قادیانی اُمّت میں سے کوئی
فاضل تیار ہو تو میں ان مباحث
پر کسی بھی اجتماع میں گفتگو کرنے
کے لئے تیار ہوں۔ **جو نکات**
کہ اس تقریر میں پیش کر رہا ہوں"
(چٹان ۸ رمئی ۱۹۶۷ء)

ہمیں شورش صاحب کا یہ چیلنج منظور ہے۔ ان کی مذکورہ تقریر کی رپورٹ ۸ رمئی کے چٹان میں طبع ہوئی ہے۔ اس میں پہلا "نکتہ" یہ ہے کہ جماعت احمدیہ "**سرورِ کائنات کے مقابلہ میں**" مرزا صاحب کو نبی مانتی ہے۔ یہ شورش صاحب کا سراسر جھوٹ اور صریح افتراء ہے۔ ہم ہر میدان میں اس پر گفتگو کرنے کیلئے تیار ہیں۔ شورش صاحب نے بزعم خویش **دوسرا** نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ :-

"علماء اور صلحاء سب کے سب
حضورؐ کی ختم المرسلینی پر ایمان
رکھتے تھے اور ان کے بعد کسی طرز
کے نبی کی آمد کے قائل نہ تھے۔
نہ انہوں نے اس باب میں کوئی
خفی سے خفی کلمہ یا اشارہ کیا"

شورش صاحب کی کم علمی ہے کہ وہ علماءِ اُمّت اور سلف صالحین کے عقائد اور تشریحات سے ناواقف ہیں ورنہ ایسی بات مُنہ پر نہ لاتے۔ یہ تو سچ ہے کہ ساری اُمّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتی ہے اور ہم بھی مانتے ہیں مگر یہ ہرگز درست نہیں کہ علماءِ سلف "کسی **طرز کے نبی کی آمد کے قائل نہ تھے**" اگر یہ ان کی بے علمی نہیں تو یہ بھی صریح جھوٹ ہے۔

شورش صاحب نے بزعم خویش تیسرا "نکتہ" یہ بیان کیا ہے کہ مرزا صاحب نے "جہاد منسوخ کیا" اور "قرآن سے جہاد کی آیات ساقط کر دی ہیں"۔ ہمارے نزدیک یہ بھی محض ایجادِ بندہ ہے اور سراسر غلط۔ شورش صاحب نے اپنے خیال میں یہ بھی "نکتہ" ہی بیان کیا ہے کہ مرزا صاحب نے "مسلمانوں کی مذہبی وحدت کو شکست کیا"۔ یہ بھی

شورش صاحب کی شوریدہ سری ہے کہ اتنا بڑا غلط الزام حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کے سر لگا رہے ہیں۔ خدارا اتنا تو سوچئے کہ "وحدت" تھی کہاں ؟

شورش صاحب نے پانچواں شہ شاخی جھوٹا نکتہ یہ تراشا ہے کہ "کشمیر سے ان کی دلچسپی اپنی ریاست قائم کرنے کے مفروضہ پر ہے۔"

آخری حصہ تقریر میں ایک اور مفتریانہ نکتہ شورش صاحب نے یوں بیان کیا کہ :-

"ان کا موجودہ شعار صدر مملکت کو
جمہور المسلمین سے برگشتہ کرنا اور
ان کے فعال عنصر کے خلاف تہمتیں
جوڑ کے مخبریاں گھڑتا ہے۔"

(چٹان ۸ رمئی ۱۹۶۷ء صفحہ ۱)

ہمارے نزدیک ہمارے متعلق تو یہ سراسر جھوٹ و افتراء ہے جو احراری لوگوں کا دن رات کا شیوہ ہے مگر درحقیقت یہ صدر مملکت کے خلاف نفرت انگیزی کی بھی بدترین مثال ہے۔ یہ تو اسی قسم کی بات ہے جو منافق لوگ کہا کرتے تھے کہ یہ رسولؐ تو کان ہی کان ہے مومنوں کی سُن سُن کر اعتبار کر لیتا ہے۔ کیا شورش صاحب کے نزدیک صدر مملکت کو اتنی عقل و دانش بھی حاصل نہیں جو اِس ہفت روزہ کے قلمکار کو حاصل ہے ؟

ہم پورے زور اور پوری ذمہ داری کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ شورش صاحب کی ساری تقریر سراسر مفتریات کا پلندہ ہے۔

چھوٹی چھوٹی دوسری جھوٹی باتوں کو چھوڑ کر ہم نے ان کے بیان کردہ بنیادی "نکات" کی نشاندہی کر دی ہے' ان کا تصفیہ ہو جانے سے بات بالکل واضح ہو جائے گی۔ ہم اِس بات کے لئے تیار ہیں کہ شورش اور ان کے ہمنواؤں سے اس بارے میں قطعی اور مستقل طور پر فیصلہ کیا جائے جس کی بہترین صورت یہ ہے کہ ان نکات ستہ پر طرفین میں تحریری مناظرہ ہو جائے۔ ؎

تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد

کیا یونہی ہنگامہ خیزی اور شورش آفرینی کے بجائے سچے طالبانِ حق کی طرح دلائل کے ساتھ اس فیصلہ کے لئے شورش صاحب تیار ہونگے ؟ ہم اُن کے اِن سب "نکات" پر ان سے تبادلۂ خیال کرنے کے لئے تیار ہیں جس کا بہترین طریق تحریری مناظرہ ہے جو طبع ہو کر مستقل حیثیت اختیار کر لے گا۔ ہم شورش صاحب کے جواب کا انتظار کریں گے ‡

علامہ اقبال "لیپا پوتی" کا شکار ہو گئے

شورش کاشمیری لکھتے ہیں :-

"گورنمنٹ آف انڈیا نے کوشش کی کہ وہ اپنے فرستادہ لوگوں کی معرفت کام لے چنانچہ ان عناصر نے علامہ اقبال کو لیپا پوتی کر کے اپنے ساتھ ملا لیا۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی بنیاد رکھی گئی۔"

(کتاب سید عطاء اللہ شاہ بخاری صفحہ ۸۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کا عام مسلمانوں پر اثر

(مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب ایم۔ اے ربوہ)

علمی دنیا میں یہ عام اخلاقی ضابطہ ہے کہ علمی تحقیق کرنے والے جب کوئی مضمون یا مقالہ سپردِ قلم کرتے ہیں تو وہ دیانتداری کے ساتھ مضمون کے آخر میں یا دیباچہ میں تمام ایسی کتب کی فہرست دیتے ہیں جن سے اس مضمون یا مقالہ کے مرتب کرنے میں انہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں مدد یا راہنمائی حاصل کی ہو۔ چنانچہ کوئی بھی علمی کتاب دیکھ لیں اس کے آخر یا شروع میں ایسی فہرست ضرور پائیں گے۔ حتیٰ کہ انسائیکلوپیڈیا والے تو اس امر کا خاص طور پر اہتمام کرتے ہیں تاکہ مطالعہ کرنے والا اگر اس مضمون میں مزید غور و فکر کرنا چاہے تو اسے اس مضمون سے متعلق تمام لٹریچر کا علم ہو سکے۔

چونکہ اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام بطور حَکَم و عدل مبعوث ہوئے ہیں اس لئے آپ کی تحریرات کو اپنائے بغیر اب کسی صحیح دینی مسلک تک پہنچنا نہایت دشوار ہے اور علماء اسلام کے پاس آپ کی تحریرات سے فائدہ اٹھانے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ ہمارے پاس بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ علماء نے حضور علیہ السلام کی تحریرات میں سے عبارتوں کی عبارتیں من و عن نقل کی ہیں لیکن انہیں یہ اخلاقی جرأت نصیب نہیں کہ وہ ماخذ کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیفات کا حوالہ دیں۔ بالکل تازہ مثال جو آج ہم پیش کرنا چاہتے ہیں وہ "اردو دائرہ معارف اسلامیہ" یعنی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اردو کی ہے۔ اس میں ایک مبسوط مقالہ "اخلاق" کے عنوان کے تحت درج ہے جس میں فاضل مقالہ نگار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیکچر جلسہ اعظم مذاہب لاہور منعقدہ ستمبر ۱۸۹۶ء (جو اسلامی اصول کی فلاسفی کے نام سے چھپ چکا ہے اور جس کے مختلف زبانوں میں لاکھوں کی تعداد میں تراجم چھپ کر دنیا کے کونہ کونہ تک پہنچ چکے ہیں) کی عبارتیں درج کی ہیں لیکن افسوس اس امر کا ہے کہ فاضل مقالہ نگار نے نہ معلوم کن مصالح کے باعث مقالہ کے آخر پر مندرجہ کتب کی فہرست میں حضور علیہ السلام کی اس کتاب کو شامل نہ کیا۔ حالانکہ وہ اس مقالہ میں اسلامی "اخلاق" کا درس دے رہے ہیں۔ لیکن خود اپنا یہ حال ہے کہ انہیں اس قدر اخلاقی جرأت بھی نصیب نہ ہوئی کہ بطور ماخذ کتاب اور مصنف کا نام درج کر دیتے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس اخلاقی کمزوری پر ان کو ان کا نفس لوامہ ضرور ملامت کرے گا ۔

امیر غیر مبائعین مولوی صدرالدین صاحب کے تازہ "تذکرہ" کا تجزیہ

امیر غیر مبائعین جناب مولوی صدرالدین صاحب نے آٹھ صفحہ کا ایک پمفلٹ بعنوان "تذکرہ" شائع فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جماعت ربوہ کو چاہیئے کہ مولوی محمد علی صاحب مرحوم اور آپ کے ساتھیوں کو "سب و شتم" سے یاد نہ کریں۔ ہم اس "نصیحت" کی قدر کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک تو "سب و شتم" کرنا مطلقاً اور ہر شخص کے لئے ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور ہمارا لٹریچر گواہ ہے کہ ہم لوگ جناب مولوی محمد علی صاحب کی زندگی میں اور ان کے جواب میں بھی ان کو "سب و شتم" کرنا جائز سمجھتے تھے اور اب تو اُن کا معاملہ ہی خدا تعالیٰ سے ہے ہمارے لئے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم جناب مولوی صاحب مرحوم کو "سب و شتم" کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ جناب مولوی صدرالدین صاحب کو یہ "نصیحت" جماعت احمدیہ ربوہ کی بجائے خود اپنے آپ کو کرنی چاہیئے تھی۔ آج وہ جس مولانا محمد علی کے نام پر آنسو بہا رہے ہیں ان کی زندگی کے آخری ایام تک وہ مولانا مرحوم سے کیا سلوک کرتے رہے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب کی ۱۳۵۰ھ کی مطبوعہ تحریر "دُکھوں کی داستان" ہمارے سامنے ہے چند اقتباسات بطور "یاددہانی" درج ذیل ہیں۔ جناب مولوی محمد علی صاحب نے مولوی صدرالدین صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ:۔

(۱) "یہ دونوں خطوط صاف بتاتے ہیں کہ مولانا (صدرالدین) مجھے پرلے درجے کا ظالم، بداخلاق اور جھوٹ بولنے والا اور اخلاق سے بے بہرہ سمجھتے تھے اور یہی وہ باتیں ہیں جو گول مول رنگ میں انہوں نے خطبہ میں بیان کیں۔" (دکھوں کی داستان صفحہ ۱۵)

(۲) "بعض خیالات کو مولانا صدرالدین صاحب نے اپنا لیا اور میرے خلاف ان کا خفیہ پروپیگنڈا شروع ہو گیا۔" (ر صفحہ ۳)

(۳) "ایک عرصہ تک مولانا صدرالدین صاحب میرے خلاف کافی پروپیگنڈہ کرتے رہے یہ پروپیگنڈہ کافی عرصہ تک جاری رہا۔" (صفحہ ۴)

(۴) "اِدھر میں لاہور سے نکلا اُدھر یہ ایک طوفان کھڑا کیا گیا کہ میں پانچ سال کے عرصہ میں انجمن کا سولہ ہزار روپیہ فضل حق کی مدد سے کھا گیا ہوں اور اس کے علاوہ تاریں دی گئیں کہ Crisis یعنی حالت خطرناک ہو گئی ہے۔ کیا جماعت میں انتشار کا طریق اس سے بدتر رنگ اختیار کر سکتا تھا؟ مولانا (صدرالدین) صاحب کا اس میں صاف منشا نظر آتا ہے کہ میرے خلاف کوئی فوری کارروائی کی جائے۔" (ر صفحہ ۱۱)

(۵) "مولانا (صدرالدین) صاحب کی عام عادت ہے کہ جس شخص کے خلاف کوئی الزام ہو اس کی تحقیقات سے پہلے خوب پروپیگنڈا کرتے ہیں حالانکہ ان کو خوب علم ہے کہ یہ خداوند تعالیٰ اور اسکے فرمودہ کے خلاف ہے اور کسی الزام کو مشتہر کرنا جسکی تحقیقات نہیں ہوئی عرفِ عام میں بھی ایک مذموم فعل ہے مگر وہ پروپیگنڈا کی عادت سے مجبور ہیں" (" ص۱۱)

(۶) "پہلے خط میں مولانا (صدرالدین) صاحب نے نہ صرف اپنا استعفاء پیش کیا بلکہ یہ بھی ارادہ ظاہر فرمایا کہ جس طرح مولانا غلام حسن خان اور میاں محمد صادق صاحب اور ماسٹر فقیر اللہ صاحب صالحین کی جماعت میں جا ملے وہ بھی صالحین کی جماعت میں جا ملیں گے۔ بظاہر تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جماعت قادیان صالحین کی جماعت ہے اور جماعت لاہور فاسقین کی" (" ص۱۵)

(۷) "۱۹۴۹ء میں مولانا کھلے رنگ میں اپنے خطبہ میں جب میں کراچی میں تھا مجھ پر برسے اور میرے مظالم اور بداخلاقیوں کا نقشہ کھینچ کر اپنے خصوصی دلکش انداز میں قوم کے سامنے پیش کیا" (" ص۱۲)

(۸) "اس جرمن ترجمۃ القرآن پر یہ جھوٹ لکھا گیا ہے کہ یہ ترجمہ مولوی صدرالدین صاحب نے کیا ہے حالانکہ ترجمہ ڈاکٹر منصور نے کیا تھا اور اس کا دیباچہ کسی اور جرمن نے لکھا جس میں ایک خطرناک غلط بیانی بھی تھی ۔۔۔۔ غرض کیا تھی؟ صرف یہ کہ انہوں نے بھی انگریزی کے بالمقابل جرمن ترجمہ کر لیا ہے۔ انجمن کے کسی ممبر کو آج تک اس جھوٹ سے پردہ اٹھانے کی جرأت نہیں ہوئی کہ یہ ترجمہ مولوی صاحب نے نہیں کیا" (" ص۸)

(۹) "میرے ساتھ ان (مولوی صدرالدین صاحب) کی ناراضگی اس انتہاء کو پہنچ گئی کہ انہوں نے ایک عرصہ تک میرے پیچھے نماز پڑھنا بھی ترک کر دیا" (" ص۳)

(۱۰) "مجھے سب سے پہلے مولانا عصمت اللہ صاحب سے پتہ چلا کہ مولانا (صدرالدین) صاحب میرے خلاف بعض باتیں خاص لوگوں سے کرتے رہتے ہیں" (" ص۳)

قارئین کرام! ہم نے یہ دس اقتباسات خود جناب مولوی محمد علی صاحب کے الفاظ میں درج کر دیئے ہیں۔ غیر مبایعین کی مجلس معتمدین کے جس رکن نے "حضرت امیر مرحوم کی دکھوں کی داستان" احمدیہ بلڈنگس سے شائع کی تھی اس نے پیش لفظ میں ایک نہایت معقول سوال بھی کیا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب کی مسلسل ستائیس (۲۷) سال تک جماعت احمدیہ لاہور کی قیادت کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں :-

"اس قیادت کے دوران میں سب سے زیادہ دکھ حضرت مرحوم کو مولانا صدرالدین صاحب سے پہنچے۔ اس ٹریکٹ میں آپ کے دکھوں کی

خود نوشت داستان ہے۔ جماعت کے دوست اسے خود مطالعہ فرمائیں اور غور کریں کہ کیا وہ عظیم الشان انسان جو سلسلہ کا ایک زندہ نشان ہو اور جس کی ساری زندگی اشاعتِ اسلام اور خدمتِ قرآن میں بسر ہوئی ہو اس کو دکھ دینے والا شخص اس کا جانشین ہو سکتا ہے۔ کیا کسی الٰہی سلسلہ میں اسکی مثال موجود ہے ؟" (صٓ)

اب سوال یہ ہے کہ آج مولوی صدرالدین صاحب کس غرض و غایت کے ماتحت اپنی "پروپیگنڈا کی عادت" سے مجبور ہو کر مولوی محمد علی صاحب مرحوم کے نام پر آنسو بہا رہے ہیں؟ مولوی صدرالدین صاحب نے اپنے "تذکرہ" میں تحریر کیا ہے کہ:-

"کوئی احمدی جو حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مولانا نورالدین صاحب کی عظمت کا قائل ہے وہ جرأت نہیں کر سکتا کہ ان کے محبوب محمد علی صاحب کی خدماتِ جلیلہ کا انکار کرے یا مولانا موصوف کو گمراہ قرار دے یا ان کے بارے میں کوئی نازیبا لفظ زبان پر لائے۔" (صٓ)

جواباً گزارش ہے کہ خود آپ ہی مولانا مرحوم کے مندرجہ بالا الفاظ کے پیش نظر اپنے دامن پر نگاہ ڈالیں

ع ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

ایک اور بات مولوی صدرالدین صاحب نے اپنے "تذکرہ" کے صٓ پر یہ لکھی ہے کہ جب تک مجھے قادیان میں "سیکرٹری کے عہدے" سے علیحدہ نہ کر دیا گیا میں وہاں ہی رہا اور جب علیحدہ کر دیا گیا تو "مجھے بھی لاہور آنا پڑا"۔ گویا آپ کا کام عہدوں کے لئے ہے دین کے لئے نہیں ہے لِکُلِّ امْرِیءٍ مَا نَوٰی۔

مولوی صدرالدین صاحب نے اپنے پمفلٹ (تذکرہ) میں اعتراف کیا ہے کہ:-

"جماعتوں کو یہ مغالطہ ہوا کہ میاں صاحب کی بیعت اتفاق رائے سے ہوئی ہے اسلئے انہوں نے بیعت کر لی۔ یہ حقیقت الامر ہے کہ جماعت دو حصوں میں منقسم نہ ہوئی۔ صرف لاہور کے چند اکابر جنہوں نے میاں صاحب کی بیعت کرنا ناواجب سمجھا جماعت سے علیحدہ رہ گئے تھے۔" (تذکرہ صٓ)

اس حقیقت الامر کے اعتراف سے کھل گیا کہ جماعت سے علیحدگی اور جماعت میں فتنہ و تفرقہ پیدا کرنے کی ساری ذمہ داری "لاہور کے چند اکابر" پر ہے وہی خدا کے حضور اس کے لئے جوابدہ ہیں۔ ان "چند اکابر" کو جو النادر کالمعدوم کی مانند تھے چھوڑ کر جب ہزاروں کی ساری جماعت قادیان نے سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد رضی اللہ عنہ کی بیعت بطور خلیفۃ المسیح الثانی کر لی تھی تو اس میں باقی جماعتوں کے لئے "مغالطہ" کا کیا سوال تھا ؟ یہ تو ع دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے' والی بات ہے +

سورۃ البیّنۃ میں ظہورِ مہدی کی واضح خبر!

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نہایت لطیف اور پُرمعارف حوالہ

(محترم جناب مولوی دوست محمدؐ صاحب شاہد)

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۰۳-۱۷۶۲) کے فرزند اکبر حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۴۶-۱۸۲۴) کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ مجدد صدی سیزدہم حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد اور اٹھارھویں صدی عیسوی کے اُس مقدس گروہ کے ایک جلیل القدر اور ممتاز فرد تھے جس نے ارضِ ہند میں قرآن مجید کی شمع روشن کی اور ہزاروں سینوں کو اسلام کے نور سے منور کر دیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی بلند پایہ علمی یادگاروں میں تفسیر "فتح العزیز" بہت مشہور ہے۔ یہ تفسیر فارسی زبان میں ہے اور قرآن مجید کے ابتدائی سوا پارے اور آخری دو پاروں کے نکات و معارف پر مشتمل ہے۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ قرآن مجید کے رموز و اسرار پر کتنی باریک اور گہری نگاہ رکھتے تھے اس کا ایک حیرت انگیز نمونہ سورۃ البیّنہ کی پہلی دو آیات کی تفسیر "فتح العزیز" میں ہمیں ملتا ہے

ہمیں یقین ہے کہ اگر کوئی شخص خالص علمی نقطۂ نگاہ سے محض تحقیقِ حق کی خاطر اس تفسیر کا مطالعہ کرے تو اس کے لئے یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں رہے گا کہ سورۃ البیّنہ میں ظہورِ امام مہدی کی یقیناً واضح پیشگوئی موجود ہے نیز یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتابِ رسالت کے طلوع ہونے سے قبل دنیا جن تاریکیوں میں گھر چکی تھی اب وہ پوری شدت سے دوبارہ عود کر آئی ہیں اور عوام و خواص دونوں پر مسلط ہو چکی ہیں لہٰذا ضرورت اِس امر کی ہے کہ ایک پیغمبر مبعوث ہو جو آسمانی دلائل و انوار لیکر آئے اور اسلام کی سچائی کا مجسم نشان بن کر اپنے مسیحی انفاس اور شفا بخش کلام سے دنیا کو بیماریوں سے نجات بخشے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی کشفی آنکھ نے دیکھ لیا تھا کہ زمانۂ ولادتِ امام مہدیؑ قریب آن پہنچا ہے (یاد رہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات کے بارہ سال بعد پیدا ہوئے)۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے امام مہدیؑ

کے ظہور کا، بواسطہ استدلال "البیّنۃ" اور "رسول" کے الفاظ سے فرمایا ہے جس سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی حقیقی شان اور صحیح منصب کی نشاندہی ہوتی ہے اور علماء ظواہر کے اس خود ساختہ اور بے بنیاد نظریہ پر ضرب کاری لگتی ہے کہ سیدنا ومولانا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی ایسے وجود کی بعثت جس پر اُمت کا ایمان لانا ضروری ہو ختم نبوت کے منافی ہے۔

اس تفسیر سے یہ اہم اور بنیادی نکتہ بھی نمایاں ہوتا ہے کہ اگرچہ شریعت کامل ہو چکی ہے مگر یہ گمان کرنا کہ اب دین کامل کو از سرِ نو قائم کرنے اور اس کے عالمگیر غلبہ کے لئے بھی کسی فرستادہ خدا کی ضرورت نہیں اُمتِ مرحومہ کی ناگفتہ بہ حالت سے دیدہ دانستہ اغماض برتنے کے مترادف ہے اور خدا تعالیٰ کی سُنّتِ مستمرہ کے سراسر خلاف ہے!

غرضیکہ حضرت شاہ عبد العزیز" کی بیان فرمودہ تفسیر بلاشبہ حق وصداقت کی ایک شمشیر قاطع ہے جس سے متعدد غلط خیالات کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد اب تفسیر کا متن اور ترجمہ مطالعہ فرمایئے:-

تفسیر کا متن

فصل حال مردمانِ عرب قبل بعثت و حال مسلمانانِ ایں زمان یک طرح راست

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - لَمْ
يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ
مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ
الْبَيِّنَةُ - یعنی نبودند کسانیکہ کافر
شدند از اہل کتاب و مشرکان جُدا
شوندہ و در گذرندہ از وضع و آئین خود
تا آنکہ نیاید بایشان نشانۂ روشن حاصل
ایں آیت آن ست کہ قبل از بعثت پیغمبر
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در بلادِ عرب
مردم دو قسم بودند۔ قسم اول مشرکین کہ
۱ بعضی از ایشاں مثل صابئین و مجوس
روحانیات کواکب و آتش را می پرستیدند
و بعضی از ایشاں مثل قریش و دیگر جہال
عرب صورت ہائی بزرگان صالح را جُود
۲ مے ساختند و آنہا را بجہت اعتقادِ کمال
تقرب در جناب الٰہی وسیلہ امورِ دنیا
و آخرت می انگاشتند و قسم دوم اہلِ
کتاب کہ خود را تابع کتاب الٰہی میدانستند
و بعضی توریت و زبور را پیشوائی خود
قرار می دادند و بعضی انجیل را نیز
متبوع میدانستند و ہمہ ایں فرقہا در
بدعاتِ قبیحہ و رسومِ فاسدہ و عقائدِ
باطلہ قسمی منہمک و فرو رفتہ بودند کہ
۳ بہ پند و نصیحت و وعظ و ارشاد و اقامتِ
دلائلِ عقلی و نمانیدن قرآن و امارات

اصلاً صلاح پذیر نمی شدند و همه می گفتند
که ما اوضاع قدیمه خود را و ادیانِ موروثه
۴-۵-۶ خود را نمی گذاریم تا حجتِ ظاهر و معجزه
قاهره نبینیم و پیغمبر آخر الزمان صلی الله
علیه و آله وسلم که نعت او را از کتب
آسمانی بتواتر دریافته بودیم و از انبیای
پیشین شنیده مبعوث نشود و ما را بحقیقت
کار ما آگاهی ندهد ما از وضع و آئینِ
خود در نمی گذریم و اینحالت ایشان
مثلِ حالتِ فرقه های مختلف از امتِ
پیغمبرِ ما است در این زمانه که طائفه خود
را صوفی قرار داده در بدعات منهمک
گشته اند و طائفه از ملاحده بی قیدان
خود را تارکِ دنیا قرار داده از حدودِ
انسانیت بیرون رفته و جماعه خود را
شیعه اهل بیت نامیده در عقائدِ باطله
گرفتار اند و برخی خود را از زمرهٔ علماء
دانسته بتزویر و مکر و حیله های شرعی
برمی آرند و روایاتِ نادره غریبه
مخالف اصول برائی طمع دنیا بمردم
نشان می دهند و همه این طوائف را
چندیادله عقلیه و نقلیه فهمانیده شود که
۹ بر جادهٔ مستقیم محمدی استوار شوند
۱۰ و بدعاتِ محدوثه خود را ترک نمایند
اصلاً ممکن نیست جواب همه این طوائفِ

حاله در مقابلهٔ وعظ و نصیحت همگی
یک حرف است که این وضع و آئینِ
قدیم خود را بدون دیدن حجت ظاهر و
خروج حضرت امام مهدی علیه السلام -
و بیان شافی ایشان ترک نمی کنیم پس
مثل اینحالت که قبل از بعثت پیغمبرِ ما
صلی الله علیه و آله وسلم در عالم بود حکمتِ
الٰهی تقاضا نمود که پیغمبر بیاید که خودش
حجت ظاهر باشد و بیان شافی او از مرضِ
جهالت همگنان را نجات بخشد چنانچه
بیانش ے فرماید رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ
۱۱ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا
كُتُبٌ قَيِّمَةٌ یعنی بیاید پیغمبرے
که تلاوت کند صحیفه های پاک را که
در آن صحیفه ها مندرج باشد کتابهای
استوار و تفصیل این اجمال آنست که
سه چیز در ارشاد و نصیحت نهایت عالی
مرتبه است اوّل کسیکه فرستادهٔ خدا
باشد و از روی معجزات و اجتماع
کمالاتِ رسالتِ او از جانبِ خدا
متعین گردد و این معنی در آن حضرت
صلی الله علیه و آله وسلم بوجه اتم متحقق بود
زیرا که شرائطِ رسالت و رسیدن باقصی
غایات کمالاتِ انسانیه با وجود امیت
در ایشان محسوس و مشاهد بود دوم کلام

منزل از عیب کہ لوازمِ اعجاز بر آں
تابندہ باشد و برکات و انوار در
۱۲ تلاوتِ آں محسوس اذکیا گردد و از
عیوب کلام کہ ہزل و کذب و تناقض
است پاک و مبرا باشد و ایں معنی در
حضرتِ قرآن مجید کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم با وجود امیت آنرا تلاوت می فرمودند
ظاہر و باہر گشت۔ سوم آنکہ کتابی کہ در
وی کتب سابقہ مندرج باشند و مضامینِ
۱۳ مقصدِ آنہا در عبارات موجزہ ایں
کتاب منطوی کردند و آں معنی و مضامین
راکہ معلومۃ الصدق اند و تقریرات
واضح در عبارات ذہن نشین وا نمودہ آید
وایں چیز نیز در حضرتِ قرآن باستیفای
تمام موجود است بلکہ خاصۂ جمیع علوم
اوّلین و آخرین در آں صریحاً اشارۃً
مذکور و لہذا از ابتدائی نزولِ ایں کلام
شریف تا ایں وقت کہ زیادہ بر یکہزار و
۸ دو صد سال گذشتہ است حذاق علماء
از فنونِ مختلفہ در عبارات و معنی آں توغل
می نمایند و دقائق مخفیہ را بقدر حوصلہ
استعدادِ خود از آں استخراج می کنند ×
"ولنعم ما قیل وکل العلم فی
القرآن لکن × تقاصر عنہ
افہام الرجال" × و چوں ایں ہر سہ

چیز در یک جا جمع شود و ارشاد و
ہدایت اعلیٰ مراتب حاصل گردد و
۱۴ سے بائیست کہ ہمہ طوائف مختلفہ بود از
بعثتِ چنیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
و نزولِ چنیں کلامِ مبارک وضع و آئین
خود گذاشتہ یک رُو و یک جہت شدہ
اتباعِ ایں دین را پیش میگرفتند و بہیچ وجہ
اختلاف و تفرق را روا نمی داشتند
لیکن بحکم غلبۂ نفس و شیطان باز در ہماں
مرضِ تفرق و اختلاف گرفتار شدہ اند"
(تفسیر فتح العزیز صفحہ ۲۵۷-۲۵۸)

متن کا ترجمہ[1]

فصل بعثت (رسول مقبولؐ) سے پہلے اہل عرب کی حالت اور اس زمانہ کے مسلمانوں کی حالت یکساں ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ ○ وہ لوگ

---

[1] یہ ترجمہ محترم جناب راجہ عبد الحق صاحب ناظر بیت المال (آمد) کی محنت و کاوش کا نتیجہ ہے جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء (شاہد)

جنہوں نے کفر (اختیار) کیا ہے یعنی اہل کتاب اور مشرک (دونوں ہی) کبھی اپنے طور و طریق سے ہٹنے اور باز رہنے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس کوئی روشن نشان نہ آجاتا۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے ملک عرب میں دو قسم کے لوگ تھے۔ قسم اول مشرکین تھے جن میں سے بعض مثلاً صابی اور مجوسی ستاروں کی روحانی تاثیرات کی اور آگ کی پرستش کرتے تھے۔ اور ان میں سے بعض مثلاً قریش اور دوسرے جاہل عرب اپنے نیک بزرگوں کی شکل و صورت کے بُت بنا کر ان کی عبادت کرتے تھے۔ اور بارگاہِ الٰہی میں ان کے انتہائی مقرب ہونے کے اعتقاد کی بناء پر انہیں دنیا اور آخرت کے تمام معاملات (کو سلجھانے) کا وسیلہ سمجھتے تھے۔ اور قسم دوم اہل کتاب تھے جو اپنے آپ کو کسی الہامی کتاب کے پیروگردانتے تھے اور ان میں سے بعض تورات اور زبور کو اپنا دستور العمل قرار دیتے تھے اور بعض انجیل کو بھی قابل عمل مانتے تھے اور یہ سب فرقے قابل شرم بدعتوں، بُری رسموں اور غلط عقیدوں میں اتنے منہمک اور غرق ہو چکے تھے کہ پند نصیحت، وعظ و ہدایت، عقلی دلائل پیش کرنے اور مثالوں اور نشانات کے ذریعہ سمجھانے سے بھی ہرگز اپنی اصلاح پر آمادہ نہیں ہوتے تھے اور سب یہی کہتے تھے کہ ہم اپنے قدیمی طریقوں اور آبائی مذاہب کو اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک کوئی روشن نشان اور زبردست معجزہ نہ دیکھ لیں اور جب تک آخری زمانہ کا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس کی تعریف ہم نے تواتر کے ساتھ آسمانی صحیفوں میں موجود پائی ہے اور پہلے انبیاء سے سُنی ہے مبعوث نہ ہو۔ اور ہمیں ہمارے اعمال کی حقیقت (یعنی صحت یا عدم صحت) نہ بتائے ہم اپنے طریقہ اور مذہب کو ترک نہیں کریں گے۔

اور ان کی یہ حالت ہمارے پیغمبر کی اُمت کے مختلف فرقوں کی موجودہ زمانہ کی حالت کے عین مطابق ہے کیونکہ ایک فرقہ اپنے آپ کو صوفی قرار دے کر ہمہ تن بدعات میں مشغول ہو گیا ہے اور مذہب سے برگشتہ اور مطلق العنان لوگوں کا ایک گروہ اپنے آپ کو تارک دنیا ٹھہرا کر انسانیت کی حدود سے بھی نکل گیا ہے اور ایک جماعت اپنے آپ کو اہل بیت کے حامیوں

(شیعہ) کا نام دیکر غلط عقائد میں گرفتار رہے اور اُمّت کا ایک حصہ اپنے آپ کو علماء کے گروہ میں شامل گردان کر جھوٹ، فریب اور شرعی حیلوں بہانوں سے اپنے آپ کو سرفراز بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور لوگوں کو دنیا کے لالچ کی خاطر اصول (دین) کے خلاف عجیب و غریب قصے کہانیاں بناتے (سُناتے) ہیں۔ اور ان تمام فرقوں کو عقلی اور نقلی دلائل سے کتنا ہی سمجھایا جائے کہ دینِ محمدی کے سیدھے راستہ پر قائم ہو جائیں اور اپنے باپ دادا کی پیدا کردہ بدعتوں کو ترک کر دیں۔ (ان کیلئے ایسا کرنا) ہرگز ممکن نہیں۔ وعظ و نصیحت کے مقابلہ میں ان تمام گمراہ فرقوں کا جواب ہمیشہ ہی ایک بات ہوتی ہے کہ ہم (کوئی) روشن دلیل دیکھنے یا حضرت امام مہدی علیہ السلام کی تشریف آوری اور ان کے واضح بیان کے بغیر اپنے ان پُرانے رسم و رواج کو ترک نہیں کریں گے۔ پس ایسی ہی حالت (کی بناء پر) جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے دنیا پر طاری تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے کامل علم کے مطابق فیصلہ فرمایا کہ ایسا پیغمبر (بھیجنا) چاہیئے کہ وہ خود ہی ایک روشن نشان ہو۔ اور اس کا شفا بخش کلام بھی سب لوگوں کو جہالت کے روگ سے نجات بخشے۔ چنانچہ اس امر کو (آگے قرآن مجید میں) یوں بیان فرمایا جاتا ہے کہ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ یعنی ایسا رسول (بھیجا جانا) چاہیئے۔ جو (انہیں) ایسے پاکیزہ صحیفے پڑھ کر سُنائے جن (صحیفوں میں) قائم رہنے والے احکام یعنی دائمی صداقتیں مندرج ہوں۔ اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ پند و نصیحت کے بارہ میں تین چیزیں نہایت اعلیٰ مرتبہ رکھتی ہیں۔ اوّل وہ شخص جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہو اور معجزات کے ذریعہ بھی اور (اپنی ذات میں تمام) کمالات کے جمع ہونے سے بھی اس کا خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جانا ثابت ہو جائے اور یہ حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی ذات بابرکات) میں

مکمل طور پر پائی جاتی تھی کیونکہ رسالت کی تمام شرطیں اور اُمّی ہونے کے باوجود آپؐ کا انسانی کمالات کی آخری انتہاء تک پہنچ جانا یہ چیزیں آپؐ (کے وجودِ باجود) میں آشکارا اور نمایاں تھیں۔ دوم وہ غیب سے نازل شدہ کلام جس سے معجزانہ شعاعیں پھوٹتی ہوں۔ اور سمجھنے والوں کو (عقلمندوں کو) اس کی تلاوت میں برکات اور انوار محسوس ہوں اور عبارت کے عیبوں یعنی بیہودگی، جھوٹ اور اختلافات سے پاک اور بری ہو۔ اور یہ حقیقت عالی مرتبہ قرآن مجید میں جسے اُمّی ہونے کے باوجود پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھ کر سُنایا کرتے تھے ظاہر و باہر (روشن اور آشکارا) ہوگئی تھی۔ سوم یہ کہ وہ کتاب ایسی ہو کہ اس میں پہلی کتب (سماوی کی صداقتیں) بھی مندرج ہوں اور ان کی غرض و غایت کی وضاحت اس کتاب کی مختصر عبارتوں میں پنہاں ہو۔ اور ان مطالب اور مضامین کو جن کی سچائی ثابت شدہ ہے اور جن کا طریق اظہار واضح ہے ذہن نشین عبارتوں میں ادا کیا جائے اور یہ چیز بھی قرآن مجید میں مکمل طور پر موجود ہے۔ بلکہ تمام پہلے اور پچھلے علوم کا لب لباب اس قرآن میں صریحاً یا اشارۃً مذکور ہے اور اسی لئے اس بلند مرتبہ کلام کے نازل ہونے کی ابتداء سے لیکر اس وقت تک کہ ایک ہزار دو سَو سال سے اُوپر عرصہ گزر چکا ہے مختلف علوم و فنون کے ماہر علماء اس کی عبارتوں اور مطالب میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں اور اپنے اپنے حوصلہ اور استعداد کے مطابق اس کے چھُپے ہوئے رموز و نکات نکالتے رہتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ وکلّ العلم فی القرآن لکن۔ تقاصر عنہ افہام الرجال (یعنی قرآن مجید میں تو تمام علوم موجود ہیں لیکن لوگوں کی عقلیں ہی انہیں حاصل کرنے سے قاصر رہ جاتی ہیں۔) اور جب یہ تینوں چیزیں ایک جگہ جمع ہو جائیں اور اعلیٰ درجہ کی رہنمائی اور ہدایت حاصل ہو جاتی اور (اسلئے) چاہیئے یہ تھا کہ ایسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور ایسی مبارک کتاب کے نزول کے بعد اپنے پہلے رسم و رواج کو چھوڑ کر (اور) متحد العمل و متحد الخیال ہو کر اس دین کی پیروی اختیار کرتے اور کسی لحاظ سے بھی اختلاف

اور تفرقہ کو روا نہ رکھتے۔
لیکن اپنے نفس اور شیطان
کے غلبہ کے باعث لوگ پھر
تفرقہ اور اختلاف کے اسی
مرض میں گرفتار ہو گئے ہیں۔"

حضرت مہدی موعود علیہ السلام کا پُرشوکت اعلان

حضرت شاہ عبدالعزیز رح کی تفسیر کا فارسی متن اور اُردو ترجمہ درج کرنے کے بعد ہم سیدنا حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ضروری ارشاد پر یہ مضمون ختم کرتے ہیں حضور نے مسلمانانِ عالم کو توجہ دلاتے ہوئے پُرشوکت الفاظ میں یہ اعلان فرمایا کہ:-

"اے بندگانِ خدا آپ لوگ جانتے ہیں کہ جب امساکِ باراں ہوتا ہے اور ایک مدت تک مینہ نہیں برستا تو اس کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئیں بھی خشک ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پس جس طرح جسمانی طور پر آسمانی پانی بھی زمین کے ہاتھوں میں جوش پیدا کرتا ہے اسی طرح روحانی طور پر جو آسمانی پانی ہے یعنی خدا کی وحی، وہی سفلی عقلوں کو تازگی بخشتا ہے۔ سو یہ زمانہ بھی اس روحانی پانی کا محتاج تھا۔

مَیں اپنے دعویٰ کی نسبت اس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مَیں عین ضرورت کے وقت خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں جبکہ اس اُمت میں بہتوں نے یہود کا رنگ پکڑا اور نہ صرف تقویٰ طہارت کو چھوڑا بلکہ ان یہود کی طرح جو حضرت عیسیٰؑ کے وقت میں تھے سچائی کے دشمن ہو گئے۔ تب بالمقابل خدا نے میرا نام مسیح رکھ دیا۔ نہ صرف یہ کہ مَیں اس زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں بلکہ خود زمانہ نے مجھے بلایا ہے۔" (رسالہ پیغام صلح مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

ربنا آمنا بما انزلت واتبعنا الرسول
فاکتبنا مع الشاھدین

ایک قابلِ توجہ تحقیقی نظریہ

حضرت عیسٰی علیہ السلام کس دن صلیب پر چڑھائے گئے؟

جمعہ کے دن یا بُدھ کے روز؟

(جناب محمد اکرم خان صاحب غوری سنٹرل افریقہ کے قلم سے)

ایک لمبے عرصہ سے عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ یہودی علماء کی سازش اور شرارت کے نتیجہ میں پیلاطوس نے اپنی عدالت میں جمعہ کے روز سزائے موت کا حکم سنایا اور اسی دن بعد دوپہر آپ کو دو اور چوروں کے ساتھ صلیب پر لٹکایا گیا۔

کیا فی الواقع مسیحی اناجیل اس بارے میں کوئی ناقابلِ تردید ثبوت پیش کرتی ہیں کہ یہ واقعہ جانگداز یقیناً جمعہ کے دن پیش آیا تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ انجیلوں کے مطالعہ اور غور کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ واقعہ جمعہ کے دن نہیں بلکہ بُدھ کے روز پیش آیا تھا۔ اس بارے میں انجیلوں کی مندرجہ ذیل شہادت قابلِ غور و فکر ہے:۔

(۱) "وہ تیاری کا دن تھا اور سبت کا دن شروع ہونے کو تھا اور ان عورتوں نے جو اس کے ساتھ گلیل سے آئی تھیں پیچھے پیچھے جا کر اس قبر کو دیکھا اور یہ بھی کہ لاش کس طرح رکھی گئی۔ اور لوٹ کر خوشبودار چیزیں اور عطر تیار کیا گیا۔"

(لوقا $\frac{۲۳}{۵۵-۵۶}$)

(۲) "پس چونکہ تیاری کا دن تھا یہودیوں نے پیلاطوس سے درخواست کی کہ انکی ٹانگیں توڑ دی جائیں اور لاشیں اُتار لی جائیں تاکہ سبت کے دن صلیب پر نہ رہیں کیونکہ وہ سبت ایک خاص دن تھا" (یوحنا $\frac{۱۹}{۳۱}$)

(۳) "جب سبت کا دن گزر گیا تو مریم مگدلینی اور یعقوب کی ماں مریم اور سلومی نے خوشبودار چیزیں مول لیں تاکہ آکر اس پہ ملیں وہ ہفتہ کے پہلے دن بہت سویرے جب سورج نکلا ہی تھا قبر پر آئیں۔"

(مرقس $\frac{۱۶}{۲}$)

مندرجہ بالا آیات میں "تیاری کے دن" کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ یہ وہ دن تھا جس میں اس خاص سبت کے دن کی تیاری کرنا ضروری تھا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ سبت ایک خاص سبت تھا۔ عام

ہفتہ واری سبت نہ تھا جس کے لئے کوئی خاص تیاری نہ کی جاتی تھی۔ یوحنا نے بھی اشارہ کر دیا ہے کہ وہ سبت ایک خاص دن تھا یعنی یہودیوں کی عید فسح کا دن تھا جسے یہ لوگ بڑے اہتمام اور ذوق و شوق سے منایا کرتے تھے اور یہی ان کا سب سے بڑا سالانہ تہوار تھا اور اس عید کے دن کو بھی سبت کی ہی اہمیت دی جاتی تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

یہ عید فسح کا دن کبھی ہفتہ واری یوم سبت کو بھی آجاتا تھا مگر یہ بھی ممکن بلکہ اغلب تھا کہ یہ دن ہفتہ واری سبت کے بجائے باقی چھ دنوں میں آسکے۔ اناجیل سے یہی پتہ لگتا ہے کہ جس "سبت" (عید فسح) سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا گیا وہ عام ہفتہ واری سبت سے الگ دن تھا اور یہ دن جمعہ نہیں بلکہ بدھ کا دن تھا اور عید فسح جمعرات کو ہوئی تھی اور اس کا ثبوت خود انجیل ہی پیش کرتی ہے۔

مرقس نے بیان کیا ہے کہ جب سبت کا دن گزر گیا تو ان عورتوں نے خوشبودار چیزیں مول لیں۔ اگر یہ عام ہفتہ واری سبت تھا تو اتوار کے دن یہ چیزیں نہیں خریدی جا سکتی تھیں کیونکہ چاروں انجیلیں اس امر میں متفق ہیں کہ ہفتہ کے پہلے دن یعنی اتوار کے روز یہ عورتیں نہایت صبح قبر پر پہنچ گئی تھیں۔ سبت کے دن یہ چیزیں توریت کے قانون کے مطابق خریدی نہ جا سکتی تھیں پھر ان چیزوں سے مرہم اور عطر وغیرہ تیار کرنے کے لئے بھی وقت درکار تھا جو ہفتہ کی رات اور اتوار کی صبح کا درمیانی وقفہ اس کام کے لئے کافی نہ تھا اور چاروں انجیلیں اس امر میں متفق ہیں کہ یہ عورتیں قبر پر مرہم اور عطر وغیرہ لیکر آئی تھیں۔

اگر بطور دلیل یہ کہا جائے کہ یہ تمام چیزیں جمعہ کے دن ہی خرید لی گئی تھیں تو یہ بھی واقعات کے مطابق نہیں کیونکہ جمعہ کے دن یہ مقدمہ پیلاطوس کی عدالت میں پیش ہوا تھا اور یہ یقینی نہ تھا کہ موت کا حکم سنایا جاتا بلکہ قرین قیاس یہی تھا کہ پیلاطوس مقدمہ خارج کر دے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بری قرار دیگا جیسا کہ اس کا تمام رویہ ظاہر کر رہا ہے۔ بہرحال پیلاطوس نے یہ فیصلہ دن کے بارہ بجے یا اس کے بعد سنایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے حوالے کر دیا اور یہودی ایک بڑے مجمع کی شکل میں آپ کو صلیب گاہ کی طرف لے گئے۔ یہ عورتیں بھی روتی پیٹتی پیچھے پیچھے چلیں اور قتل گاہ میں گئیں جہاں فاصلہ پر آخر وقت تک یہ موجود رہیں حتیٰ کہ آپ کو قبر میں دفن کر دیا گیا۔ پس ان عورتوں کے لئے یہ ناممکن تھا کہ جمعہ کے دن ضروری چیزیں خرید لیتیں۔ یہ چیزیں جیسا کہ مرقس نے بیان کیا ہے سبت کا دن گزر جانے کے بعد خریدی گئی تھیں یعنی عید فسح کے بعد۔

یہ عید فسح اس سال جمعرات کے دن تھی۔ پس ان عورتوں نے اگلے دن یعنی جمعہ کو یہ چیزیں خریدیں اور جمعہ کا تمام دن مرہم اور عطر وغیرہ تیار کرنے میں صرف ہوا۔ جمعہ سے اگلا دن جو سبت کا دن تھا جو عام ہفتہ واری سبت تھا اسلئے توریت کے قانون کے ماتحت وہ ہفتہ یعنی سبت کے دن بھی قبرستان

نہ جا سکتی تھیں لہذا وہ اتوار کے دن یہ تمام چیزیں لے کر قبر پر گئیں جیسا کہ چاروں انجیلوں نے بیان کیا ہے۔

پس یہ ثابت ہے کہ یہودیوں کی عیدِ فسح جمعرات کے دن واقع ہوئی نہ کہ ہفتہ کے دن جیسا کہ عام طور پر عیسائی لوگ خیال کر رہے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بدھ کے دن بعد دوپہر صلیب پر لٹکایا گیا تھا نہ کہ جمعہ کے دن۔

اس بارے میں انجیل ایک اور رنگ میں بھی شہادت پیش کرتی ہے جو اسی نظریہ کی مؤید ہے۔ وہ شہادت یہ ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی صداقت کے ثبوت میں نشان کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا:-

"اس زمانہ کے لوگ بُرے ہیں وہ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا۔" (لوقا $\frac{11}{29}$)

اسی طرح متی میں بیان کیا گیا ہے :-

"اس زمانہ کے بُرے اور زنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا کیونکہ جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔" (متی $\frac{12}{39-40}$)

یوناہ نبی کے نشان میں مندرجہ ذیل باتیں قابلِ غور ہیں :-

(۱) یوناہ نبی کو جب مچھلی نے نگلا تو آپ زندہ تھے اسی طرح اس نشان کی مشابہت میں ضروری تھا کہ ابن آدم (مسیح) بھی زمین میں زندہ ہی داخل ہوتا۔

(۲) یوناہ نبی مچھلی کے پیٹ کے اندر زندہ رہے اسلئے ضروری ہے کہ ابن آدم (مسیح) زمین کے اندر بھی زندہ رہیں۔

(۳) یوناہ نبی مچھلی کے پیٹ میں تین دن رات زندہ رہے اور جب مچھلی نے آپ کو اُگل دیا تو آپ زندہ تھے اسلئے ضروری ہے کہ ابن آدم (مسیح) بھی زمین کے اندر تین دن رات زندہ رہے اور زندہ حالت میں ہی باہر آئے۔

(۴) مچھلی کے پیٹ سے نکل آنے کے بعد یوناہ نبی نے جب مچھلی کے پیٹ کے زہریلے اثرات سے صحت حاصل کر لی تو آپ اپنی قوم کو تبلیغ کرنے کے لئے بسمت مشرق روانہ ہوئے اور آپ کی قوم ایمان لے آئی۔ اس مشابہت کو پورا کرنے کے لئے ضروری تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی صلیب کے زخموں سے صحت حاصل کرنے کے بعد مشرقی علاقوں میں جاتے جہاں گمشدہ دس اسرائیلی قبائل آباد تھے اور وہ آپ کی تبلیغ کو قبول کرتے۔ چنانچہ یہ سب باتیں اسی طرح ظہور میں آئیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بتایا ہوا وہ نشان حرف بحرف پورا ہوا۔

ہم اس وقت تین دن رات والی خبر پر بھی غور کریں گے۔ یعنی جس طرح یوناہ نبی مچھلی کے پیٹ میں

تین دن رات رہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی قبر کے اندر تین دن رات یعنی بہتر گھنٹے رہ کر باہر آئے۔ اب اگر عیسائی پادری اس پر اصرار کریں کہ مسیح جمعہ کے دن مصلوب کئے گئے تھے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ صرف جمعہ کی شب اور ہفتہ کے دن ہی قبر میں رہے۔ چونکہ اتوار کی صبح کو آپ قبر میں نہ پائے گئے تھے اسلئے یقیناً آپ ہفتہ کی شب کو قبر سے نکال لئے گئے تھے۔

لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کو جو نشان دیا تھا اس میں واضح اور تاکیدی طور پر بتایا تھا کہ "جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا"۔

پس اگر ہم عیسائیوں کے مروجہ خیال کو قبول کریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ تیس چھتیس گھنٹے تک قبر کے اندر رہے نہ کہ بہتر گھنٹے۔ جیسے یوناہ نبی مچھلی کے پیٹ میں رہے تھے۔ اس طرح اس نشان میں مشابہت تامہ نہیں رہتی۔ اور جب خود انجیل ہی جمعہ کے دن آپ کا مصلوب ہونا غلط قرار دیتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ عیسائی اس پر اصرار کریں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جمعہ کے دن ہی صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔

الفرقان - محترم غوری صاحب کا مضمون ایک تحقیقی مضمون ہے عیسائی پادریوں کو اس کی داد دینی چاہیئے کیونکہ اس سے حضرت مسیح علیہ السلام کے الفاظ "تین رات دن" کی پوری پوری تطبیق ہو جاتی ہے۔ کیا پادری صاحبان اس تحقیق پر صاد کریں گے؟

پیغام صلح کی ایک اور غلط بیانی

اخبار پیغام صلح (۲۷ راپریل ۱۹۶۷ء) میں شائع کیا گیا ہے کہ حکیم محمد اقبال صاحب سانگلہ ہل مقبول احمد صاحب چھور سکھاں اور چودھری نور الٰہی صاحب سانگلہ ہل "جماعت ربوہ سے جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہوئے ہیں"۔ یہ بیان سراسر غلط ہے۔ یہ تینوں صاحبان نہ کبھی جماعت احمدیہ ربوہ میں شامل ہوئے ہیں اور نہ انہوں نے کبھی جماعت کے کاموں میں حصہ لیا ہے۔ نہ معلوم ایسی جھوٹی خبروں کی اشاعت سے غیر مبایعین کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟

اگر پیغام صلح کو اپنی غلط بیانی پر اصرار ہو تو آسان طریق فیصلہ یہ ہے کہ وہ دو آدمیوں کا ایک وفد سانگلہ ہل بھیجنے پر آمادہ ہوں ہماری طرف سے بھی ایک وفد وہاں مقررہ تاریخ پر پہنچ جائیگا اور فریقین میں تصفیہ ہو جائیگا کہ آیا یہ تینوں کبھی جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے تھے اور یہ بھی پتہ لگ جائیگا کہ آیا اب یہ غیر مبایعین میں بھی شامل ہیں؟ کیا پیغام صلح اس معقول تجویز کو منظور کرے گا یا یونہی بے پر کی اُڑاتا رہے گا؟ ہم منتظر ہیں کہ پیغام صلح اس طریق فیصلہ کو منظور کرے۔

ذبیح اللہ کون ہے؟

تورات کے نئے ترجمہ میں تحریف

(جناب شیخ عبد القادر صاحب فاضل - لاہور)

پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے نے ایک کتاب "تورات اور محمد عربی" شائع کی تھی۔ اس کتاب کے ایک باب میں "ذبیح اللہ حضرت اسماعیل ہیں یا حضرت اسحاق؟" کے موضوع پر انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ پادری صاحب کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں قربانی دینے والے فرزند کا نام درج نہیں لیکن تورات میں واضح طور پر ذکر ہے کہ ذبیح اللہ اسحاق ہیں۔ بہت سے مسلمان علماء اور بزرگ بھی ذبیح اللہ حضرت اسحاقؑ کو مانتے تھے۔

اس پرانی بحث کو چھیڑنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ تورات پر جو نئی تحقیق ہوئی ہے اس سے ثابت ہوا ہے کہ قربانی والے باب میں کئی ایک محرّفہ عبارتیں داخل کی گئیں۔ ان تحریفات کی نشاندہی پر اس موضوع کا نئے سرے سے جائزہ لینا ضروری ہوگیا ہے۔ یہودیوں نے حال ہی میں تورات کا جو نیا ترجمہ شائع کیا ہے اس میں بھی اس باب میں تحریف کی گئی ہے۔

اس میں کلام نہیں کہ علمائے اسلام میں یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے۔ زیادہ تر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ سمجھتے ہیں، بعض نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو بھی سمجھا ہے۔

اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم میں غلام حلیم کے ذبیح اللہ ہونے کا ذکر ہے۔ اس کا نام نہیں بتایا گیا۔ دوسری طرف تورات میں یہودیوں نے نام لے کر ذکر کر دیا ہے کہ ذبیح اسحاق ہیں۔ صدر اوّل میں تورات عربی میں شائع نہیں تھی۔ چونکہ لوگوں نے بالاستیعاب پڑھی نہیں تھی اس لئے سنی سنائی باتوں پر مدار تھا۔ تحقیق کا دروازہ بند تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء مروجہ تورات کو من و عن آسمانی کتاب سمجھتے رہے۔ تحریفِ لفظی کی بجائے تحریفِ معنوی کے قائل تھے۔ جب تورات ترجمہ ہوکر مسلمانوں کے ہاتھ میں آئی تورات کی سند کے متعلق تحقیق ہوئی تو پھر نظریات بدلنے لگے تفسیر القرآن پر اسرائیلی روایات کی اکاس بیل چڑھی ہوئی تھی۔ اسے بعض مردانِ حق نے اتار پھینکا تورات کا اصل روپ سامنے آیا۔ جس کتاب میں کلیم اللہ کی وفات اور زمانہ ما بعد کی باتیں درج ہوں وہ تمام و کمال حضرت موسیٰ پر نازل شدہ کس طرح ہو سکتی

ہے؟ اصل تورات آشوری اور بابلی حملوں میں ضائع ہوگئی تھی۔ مروجہ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سات آٹھ سو سال بعد دوبارہ جمع کی گئی۔ کاہنوں نے اپنے مخصوص عقائد اور نظریات اس میں داخل کردیئے۔ بہت سی محرف باتیں اس میں شامل ہیں۔ تورات کم از کم تین ماخذوں سے دوبارہ جمع کی گئی ایک ماخذ میں خدا تعالیٰ کا نام "یہوواہ" ہے۔ اسے ماخذ "J" کہتے ہیں۔ دوسرے میں "الوہیم" اسے "E" کا نام دیا گیا۔ ایک کاہنوں کی تورات تھی اسکو ماخذ "P" کہتے ہیں۔ ان تینوں ماخذوں میں باہم اختلاف تھا۔ اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے اور بے ربط کہانیوں کو جوڑنے کے لئے درمیان میں پیوند لگائے گئے۔ اس طرح ایک مسلسل کہانی کی شکل دے دی گئی۔ یوں تورات کے تین مختلف نسخے ایک ہوگئے۔ تورات کے قصص کو بغور پڑھیں تو دو تین مختلف روایتیں پس منظر میں آپ کو ملیں گی۔ آئیے اب تورات کی رو سے دیکھیں کہ ذبیح اللہ کون ہے؟

۱۔ تورات کی پہلی کتاب کے ۲۲ باب میں لکھا ہے کہ قربانی دینے والے بیٹے کا نام اسحاق ہے۔ یہ باب دو ماخذوں سے جمع کیا گیا ایک ماخذ میں خدا تعالیٰ کو یہوواہ کہا گیا دوسرے میں الوہیم۔ موخر الذکر ماخذ "E" میں لکھا ہے:۔

"اضحاق جو تیرا اکلوتا ہے اس کو ذبح کر) (۲۲/۲)

لیکن ماخذ "J" میں:۔

"اپنے بیٹے کو جو تیرا اکلوتا ہے" (۲۲/۱۶)

کے الفاظ ہیں۔ اضحاق کا نام نہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ پہلے ماخذ میں اضحاق کا نام بعد کا اضافہ ہے۔ کیونکہ دوسرا فرزند پہلے کے حین حیات اکلوتا نہیں ہوسکتا۔

۲۔ تورات میں حکم ہے کہ پلوٹھے بیٹوں کو خدا کے لئے فدیہ دو (خروج ۱۳/۲۔ گنتی ۸/۱۷) اسی حکم کے پیش نظر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بڑے بیٹے لاوی کو دینی کاموں یعنی امامت کے لئے وقف کیا۔ پلوٹھے حضرت اسماعیلؑ تھے نہ کہ اسحاقؑ۔

۳۔ جن پلوٹھوں کو فدیہ کر دیا جاتا ہے یعنی وہ دین کے لئے نذر ہو جاتے ہیں ان کو ظاہری ورثہ نہیں ملتا۔ لکھا ہے کہ ان کا ورثہ خدا ہے۔ (استثناء ۱۸/۱۔۹) تورات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ ان کو ورثہ نہیں ملا۔

۴۔ ماخذ "E" کے بیانات میں جہاں اسماعیل کی جگہ اسحاق لکھ دیا گیا وہاں اور بھی کئی تحریفات کی گئیں۔ مثلاً مقام قربانی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ "کوہ مقدس" ہے جو کہ ارض موریاہ میں ہے۔ اسی پہاڑ پر ہیکل یروشلم تعمیر ہوئی۔ پیکس بائیبل کومنٹری میں لکھا ہے کہ یہ تحریف کاہنوں نے اس غرض سے کی تاکہ کوہ مقدس کو قربانی کی جگہ ثابت کیا جائے حالانکہ عصر

ابراہیمی میں یروشلم غیروں کے قبضہ میں تھا۔ وہاں حضرت ابراہیم جا ہی نہیں سکتے تھے۔

پیکس بائیبل کومنٹری کے ۱۹۶۲ء کے ایڈیشن میں تسلیم کیا گیا کہ ماخذ "E" میں محرف عبارتیں شامل ہیں۔ کاہنوں نے اپنے مخصوص نظریات کے پیش نظر اس میں ردّ و بدل کیا ہے۔ اسی ماخذ میں اضحاق کو واقعات کے خلاف اکلوتا بیٹا کہا گیا۔ دوسرے ماخذ میں محض "اکلوتا بیٹا" کے الفاظ ہیں۔ نام درج نہیں۔

اس جدید تحقیق سے ظاہر ہے کہ کاہنوں نے قربانی والے باب میں کئی ایک تحریفات کی ہیں :-

۱۔ تورات میں حکم ہے کہ پلوٹھے بیٹے کا فدیہ دیا جائے۔ اضحاق کو اکلوتا قرار دیکر اس مشکل سے جان چھڑائی گئی۔

۲۔ مقام قربانی کے تین نام پیدائش ۲۲ باب میں آئے ہیں "خداوند کا پہاڑ" "ارضِ موریاہ" اور "یہوواہ یری"۔ مقام قربانی کے اسماء ظاہر کرتے ہیں کہ کاہنوں کی کوشش یہ تھی کہ جس پہاڑ پر ہیکل بنائی گیا اسے قربانی کی جگہ بتایا جائے حالانکہ یروشلم اس وقت غیروں کے قبضہ میں تھا۔

یہ عجیب بات ہے کہ انجیل برنباس میں لکھا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کاہنوں کی بددیانتی کو بے نقاب کیا اور بتایا کہ اکلوتا اسحاق ہو ہی نہیں سکتے۔ اسحاق کا نام بعد میں بڑھایا گیا ہے۔

قرآن حکیم کی رُو سے ذبیح اللہ کون تھے؟

قرآن حکیم میں بھی واضح اشارے ملتے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

۱۔ حضرت اضحاق کو قرآن حکیم میں دو دفعہ غلام علیم کہا گیا ہے۔ ایک دفعہ سورہ الحجر ۵۴ میں اور دوسری دفعہ ذاریات ۲۹ میں لیکن قربانی دینے والے بیٹے کا نام غلام حلیم ہے (الصّٰفٰت ۱۰۲)

۲۔ سورہ صٰفٰت میں غلام حلیم کی بشارت ملنے کا ذکر ہے پھر قربانی کے لئے تیار ہو جانے کا بیان۔ قربانی کے واقعہ کے بعد وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ کے الفاظ آئے ہیں جو کہ ظاہر کرتے ہیں کہ سیاقِ مضمون میں جس ذبیح اللہ کا ذکر ہے وہ حضرت اسحاق نہیں ہو سکتے بلکہ ان کے بڑے بھائی تھے۔

۳۔ حضرت خلیل اللہ کو اسحاق اور ان کے بیٹے یعقوب کی اکٹھی بشارت دی گئی یعنی تیرے ہاں اسحاق ہوگا اور اسحاق کا بیٹا یعقوب تیرا نافلہ ہوگا۔ (ھود ۷۲، انبیاء ۷۳) جب عظیم الشان باپ کو پہلے بتا دیا گیا کہ تیرا بیٹا جوان ہوگا، شادی کریگا، صالح اولاد ہوگی، یعقوب جیسا پوتا تجھے ملے گا، وہ اپنے اس بیٹے کو محض ایک رؤیا کی بناء پر ذبح کرنے کے لئے کس طرح

تیار ہو سکتا ہے؟ [1]

پادریوں کے سامنے عقدۂ لا ینحل

عبرانیوں کے خط کے لکھنے والے کو ایک مشکل پیش آئی ہے۔ یہ خط "نئے عہد نامہ" میں شامل ہے۔ مشکل یہ تھی کہ مکتوب نویس کے نزدیک ایک طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا کہ لونڈی کے بیٹے سے نہیں بلکہ اضحاق سے تیری نسل جاری ہوگی اور پھر اضحاق کو ذبح کرنے کا بھی حکم ہوا۔ یہ دونوں باتیں متضاد ہیں۔ اضحاق کا ذبح کرنا اپنی موعودہ نسل کو کاٹنے والی بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو پس پشت ڈالنے والی بات ہے۔ اس سوال کا جواب اس مکتوب میں یہ دیا گیا کہ ابراہیمؑ یہ سمجھ کر ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے کہ خدا مُردوں میں سے جلانے پر بھی قادر ہے (عبرانیوں ۱۱/۱۷-۱۹) قربان جائیے اس جواب پر کہ یہ نکتۂ معرفت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ سوجھا ورنہ وہ تورات میں لکھ دیتے اور نہ ان پیغمبروں کو سوجھا جو تورات پر عامل تھے۔ انکے صحیفے اس وضاحت سے خالی ہیں۔ قربانی کے واقعہ کے بعد ایک نامعلوم مکتوب نویس یہ بات نکالتا ہے۔ غور کیجئے اس سوال کا آخر کیا جواب ہے کہ

پیدائش ۲۱/۱۲ میں لکھا ہے:۔

"اضحاق سے تیری نسل کا نام چلیگا"

جب اضحاق کی بشارت ملی تو فرمایا:۔

"میں اس سے اور اس کی اولاد سے
اپنا عہد جو ابدی عہد ہے باندھونگا"
(پیدائش ۱۷/۱۹)

اسی کتاب کے ۲۲ باب میں لکھا ہے کہ اضحاق کو قربان کرکے آگ میں جلا کر بھسم کر دیجئے۔ ابراہیمؑ نے یہ پوچھا ہوتا کہ میرا بیٹا کیا اپنی خاکستر سے زندہ ہوگا۔ اس کی نسل کیسے چلے گی وہ لڑکے کو قربان کرنے پر تیار ہو گئے۔ اس قسم کی متضاد باتوں کا اہل کتاب کے پاس کوئی جواب نہیں۔ قرآن حکیم نے بتایا کہ اسحاق کی بشارت دیتے وقت یعقوب کی بھی بشارت دی گئی۔ لیکن اسماعیل کی اولین بشارت صرف یہ ہے کہ ایک فرزند حلیم دیا جائے گا۔ حضرت ابراہیمؑ کو ذبح کرنے کا حکم نہیں ہوا بلکہ آپ نے رؤیا دیکھا۔ چونکہ امم قدیمہ میں کسی نہ کسی صورت میں پلوٹھے کا فدیہ دینے کا رواج تھا (خروج [illegible]) اس لئے آپ نے اس خواب کو ظاہر پر محمول کیا۔ آپ کی یہ فداکاری دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اسماعیل کی اولاد سے بھی امام پیدا ہوں گے اور نبی موعود کی بعثت ہوگی۔ تورات کے مندرجات میں تقدیم و تاخیر ہے۔ محرف عبارتوں نے حقائق کو چھپا رکھا ہے اسلئے اہل کتاب کو قدم قدم پر ٹھوکر لگتی ہے۔

تورات کے نئے ترجمہ میں تحریف

بنو اسماعیل سے بنی اسرائیل کی عداوت نے کیا کیا گل کھلائے یہ ایک لمبی داستان ہے۔ تورات

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۲۵۔

کی اچھی بھلی عبارتوں کا حلیہ بگاڑ دیا گیا۔ جب تورات میں لکھا ہے کہ اسماعیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے فرزند ہیں اور اسحاق چھوٹے۔ تو یہ ظاہر ہے کہ حضرت اسحاق اکلوتے نہیں ہو سکتے تھے۔ تیسری صدی قبل مسیح میں جب تورات کا یونانی ترجمہ ستر اسرائیلی علماء نے مل کر تیار کیا تو انہوں نے "والد یحید" کو "ولد یدید" پڑھا اور ترجمہ کر دیا "محبوب فرزند"۔ یحید کے معنے "اکلوتا" کے ہیں یدید کے معنے "محبوب"۔ اسے کہتے ہیں یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ۔

آج امریکہ کے یہودیوں نے تورات کا نیا ترجمہ شائع کیا ہے اس میں بھی "اکلوتا" کی بجائے "محبوب" ترجمہ کر دیا گیا۔ تورات کے سارے تراجم میں یحید کا ترجمہ اکلوتا ہے۔ آج یہود پر یہ عقدہ کھلا کر پڑھو یحید ترجمہ یدید کا کرو۔ آج سے ۲۲۰۰ سال پہلے علمائے یہود نے جو تحریف کی تھی جس کی قلعی کھل گئی۔ اس ترمیم کو کسی ایک مترجم نے قبول نہ کیا تھا اُسے آج (The Jewish Publication Society of America) جیوش پبلیکیشن آف امریکہ نے اپنا لیا اور بظاہر ایک مصیبت سے نجات حاصل کر لی لیکن یہ کوئی حل نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جس طرح انجیل برنباس میں لکھا ہے اسماعیل کا نام کاٹ کر تورات میں اسحاق لکھ دیا گیا جس کے باعث سارا تضاد پیدا ہوا۔ اسماعیل بجا طور پر فرزند یحید تھے اسحاق نہیں ہو سکتے۔

صحیفہ جوبلی میں "پلوٹھا" ہے

پہلی صدی قبل مسیح یہود کی ایک مقدس کتاب صحیفہ جوبلی کے نام سے مرتب ہوئی۔ اس میں تورات کا جو عبرانی متن آیا ہے وہ بہت سی آزمائشوں پہ پورا اترا ہے۔ علماء نے تسلیم کیا ہے کہ صحیفہ جوبلی کا متن بہت ثقہ ہے۔ آپ حیران ہوں گے اس صحیفہ میں اکلوتا کی بجائے پلوٹھا کے الفاظ ہیں (جوبلی ۱۸/۱۱)۔ فاضل عیسائی عالم آر۔ ایس چارلس نے اپنی کتاب

"The Apocrypha and Pseudepigrapha of the old Testament"

میں صحیفہ جوبلی کے متن پر بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں اس صحیفہ کی ترمیمات اتنی صحیح ہیں کہ تقریباً ساری ترمیمات قبول کر لی گئی ہیں۔ (حصہ دوم ص۵)

اس صحیفہ سے پتہ لگتا ہے کہ متن تورات میں پلوٹھا کا لفظ تھا۔ پلوٹھے کو فدیہ دینے کا تورات میں بھی حکم ہے۔ پلوٹھے کا اکلوتا کر دیا۔ پھر اکلوتے کی جگہ "پیارا بیٹا"۔ گویا ولد بکور (پلوٹھا بیٹا) کو ولد یحید (اکلوتا) کیا گیا۔ پھر ولد یدید (محبوب بیٹا)۔ یہ ساری تحریفات محض بغضِ اسماعیل کا نتیجہ ہیں۔

اور سنئے تورات میں لکھا ہے کہ اس لونڈی کے بیٹے سے بھی میں ایک قوم پیدا کروں گا۔ اس لئے کہ

وہ تیری نسل ہے (پیدائش $\frac{۲۱}{۱۲}$)۔ اوّل تو بڑی قوم کو قوم کر دیا۔ صحیفہ جوبلی میں بڑی قوم لکھا ہے (ے۱)۔ صحائفِ قمران میں "بڑی قوم" ہے۔ ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ "جوناتھان کی تارگم" میں "بڑی قوم" کی بجائے "چوروں کی قوم" لکھا ہے۔ گویا ترجمہ یوں ہے:۔

"اس لونڈی کے بیٹے سے بھی میں
ایک چوروں کی قوم پیدا کروں گا۔"

یہ مثالیں کیا ظاہر کرتی ہیں؟ یہی کہ کوشش کی گئی ہے کہ کوئی خیر کا کلمہ اسماعیل کے لئے تورات کے متن میں نہ رہ جائے۔

انجیل برناس[۲] میں لکھا ہے کہ پہلی صدی میں ایسے نسخے بھی ہیکل میں موجود تھے جن میں اسحاق کی بجائے اسماعیل لکھا ہوا تھا۔ کاہنوں نے یہ نسخے چھپا رکھے تھے۔ لوگوں پر یہ راز ظاہر نہ ہونے دیتے تھے۔ ایک کاہن نے مخفی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ ہیکل کی لائبریری میں ایسے نسخے موجود ہیں۔ (انجیل برناس فصل ۱۹۰-۱۹۱)

اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پلوٹھے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ تھے۔ ہم دونوں بھائیوں میں خلعت کے لحاظ سے کوئی تفریق نہیں کرتے۔ دونوں جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ لیکن واقعہ یہی ہے کہ ہاجرہ کے لختِ جگر خلیل اللہ کے فرزندِ اکبر نے اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کیا تھا۔ اسی "ذبحِ عظیم" کی یاد مناسکِ حج کی صورت میں صدیوں سے منائی جاتی ہے ✦

[۱] ایاکرنا اور ڈلشا منٹ از چارلس نمبر دوم ص۲۹ حاشیہ۔
[۲] موجودہ انجیل برناس ایک محرّفہ انجیل ہے لیکن اس میں اصل انجیل برناس کا مواد شامل ہے۔ انجیل برناس کی موجودگی کا ذکر قرونِ اولیٰ کے آبائے کلیسیا نے کیا ہے ✦

ایک محبت بھرا مکتوب

محترم جناب ڈاکٹر محمد زبیر رضا لکھنوی کراچی سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس نمبر (اپریل ۱۹۶۷ء) میں آپ کا بتوا تیرِ خاص توجہ کا باعث ہوا۔ آپ نے اپنی عمر وغیرہ لکھی ہے۔ ویسے تو ایک لمبے عرصے سے میں آپ کے لئے، آپ کے اہل و عیال کے لئے دعا کرتا رہا ہوں اور کر رہا ہوں اور خاص طور پر ان حالات میں زیادہ دعا کی جب کبھی آپ کے متعلق خوف کے دباؤ کی زیادتی کی خبر یا چوٹ وغیرہ لگنے کا علم ہوا۔ میں نے جب سے یہ ابتدائیہ پڑھا ہے خاص طور پر آپ جیسے فاضل مردِ مجاہد، احمدیت کے ستون کیلئے ایک جوش کے ساتھ دعا کرنا شروع کی ہے اور محض اللہ تعالیٰ کی خاطر مجھے آپ سے محبت ہے اس کا تقاضا ہے کہ جیسا بھی ہوں دعا کرتا چلا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو لمبی عمر صحت و تندرستی والی عمر کام کرنے والی عمر عطا فرمائے اور آپ اسی طرح اس پرچے کو جاری رکھیں اور لوگوں کے علم میں اضافہ کرتے چلے جائیں۔ میں نے اظہارِ محبت صرف اسلئے کر دیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جس سے محبت ہو اسکو بتا بھی دو۔ الفرقان کی ترقی کے لئے بھی دعا کرتا ہوں اور ان شاء اللہ کوشش بھی کروں گا"

ایک پادری کے اعتراضات کے جوابات

(جناب گیانی واحد حسین صاحب)

شکست خوردہ شخص کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ حقائق اور دلائل سے لاجواب ہو کر گالی گلوچ اور سخت کلامی اختیار کر کے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی طریق عیسائی فاضلوں کا ہے جو اسلام کے خلاف بدزبانی کر کے اپنی کمزوری کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ — پادری عنایت اللہ صاحب کا مضمون عیسائی رسالہ کلام حق گوجرانوالہ اکتوبر ۱۹۶۶ء میں "مثیل مسیح" کے زیر عنوان ہمارے سامنے ہے۔ مضمون نویس نے سخت کلامی سے ہمیں مرعوب کرنے کی افسوسناک کوشش کی ہے جو عیسائی اخلاق کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے۔ ہم اُن کی بدتہذیبی سے نہیں گھبرائیں گے کیونکہ ہمارے پاس ٹھوس حقائق اور مضبوط دلائل موجود ہیں۔ ہم نے نہایت ہی صبر و تحمل سے پادری صاحب کے مضمون کا مطالعہ کیا ہے۔ انشاء اللہ صبر و تحمل سے ہی جواب دینگے۔

پادری صاحب کہتے ہیں کہ:-

"مرزا صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں
'کرم خاکی ہوں میرے مولا آدمزاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار'
سبحان اللہ کہاں نبوت کا دعویٰ اور اب کرم خاکی بن بیٹھے۔ اب ان کے مرید اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ داؤدؑ نے بھی اپنے آپ کو "کیڑا" کہا ہے۔ یہ درست ہے .... لیکن اس نے صرف "کیڑا" کہا، خاک کا کیڑا نہیں کہا۔ قادیانیوں نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ خاک کے کیڑے سے کیا مراد ہے۔ ہاں بائیبل میں ایک دشتی جانور کا ذکر ہے کہ وہ پیٹ کے بل چلے گا اور عمر بھر خاک چاٹے گا۔ اور وہی خاک چاٹتا ہے جو خاک میں رہے یا دوسرے الفاظ میں خاک کا کیڑا ہو۔ کیونکہ جس دشتی جانور کا ذکر کتاب مقدس میں کیا گیا ہے وہ اگر کسی کی ایڑی کو کاٹے تو لوگ عموماً یہی کہتے ہیں کہ فلاں شخص کو کیڑا لگ گیا۔ گویا عام محاورہ کی رُو سے وہ دشتی جانور ایک کیڑا ہے .... ہمیں یقین ہے کہ اپنے آپ کو کرم خاکی کہنے سے مرزا جی کا یہ مطلب نہیں

ہوگا لیکن کیا کریں کتاب مقدس کے
اِس بیان کے علاوہ ہمیں کسی اور جگہ
آپ کے اِس شعر کی تفسیر نہیں ملی۔
.... اس شعر میں فرماتے ہیں
کہ میں آدمزاد نہیں ہوں۔ بشر کی
جائے نفرت اور انسانوں کی عار
ہوں" (صفحہ ۲)

الجواب:۔ پادری صاحب کا بیان کم علمی پر مبنی ہے۔ ساری بائیبل میں یا لوگوں کے عام محاورہ میں "کرم" کو کبھی سانپ نہیں کہا گیا۔ حضرت اقدسؑ نے اپنے آپ کو "کیڑا" کہا ہی نہیں اسلئے معترض کا اعتراض بے بنیاد ہے۔ معترض پادری صاحب اپنی "کتاب مقدس" سے بے بہرہ ہیں۔ بائیبل میں خداوند یہوواہ اپنے آپ کو کیڑا اور گھن بتاتا ہے (ہوسیع ۱۲/۵) کیا پادری صاحب خدا تعالیٰ کی ذات پاک کو وحشی جانور جو پیٹ کے بل چلے گا اور عمر بھر خاک چاٹے گا یقین کریں گے؟ کتاب ایوب میں لکھا ہے انسان محض کیڑا اور کرم ہے (ایوب ۲۵/۶) کیا پادری صاحب کے بیان کے مطابق سب انسان بائیبل کے وحشی جانور (جو پیٹ کے بل چلے گا اور عمر بھر خاک چاٹے گا) ہیں اور انسانوں میں جناب یسوع مسیح اور ان کے شاگرد پولوس بھی کیڑے اور کرم ہیں یا نہیں؟

اس کے علاوہ خداوند یہوواہ نے بنی اسرائیل کو یوں خطاب کیا "اے یعقوب کیڑے" (یسعیاہ ۴۱/۱۴) اس طرح ساری قوم اسرائیل کیڑے یعنی سانپ ہوئی۔ اسی قوم میں سے جناب یسوع اور پولوس وغیرہ بھی تھے جناب یسوع نے یہودیوں کو "اے سانپو۔ اے افعی کے بچو" (متی ۳۳/۲۳) کہا اور یہ بھی فرمایا "تم اپنے باپ ابلیس سے ہو" (یوحنا ۴۴/۸) گویا سانپ اور ابلیس ایک ہی ہیں۔ حضرت داؤدؑ نے اپنے متعلق فرمایا "پر میں کیڑا ہوں نہ انسان۔ آدمیوں کا ننگ ہوں اور قوم کی عار" (زبور ۶/۲۲) پادری صاحب کہتے ہیں کہ داؤد نے ٹھیک کہا کیونکہ اُن کی خطا اُس کے سامنے تھی لیکن اس نے خاک کا کیڑا نہیں کہا۔ یہ بھی بائیبل سے ناواقفی کا نتیجہ ہے لکھا ہے:۔

" خدا نے کہا کہ زمین جانداروں کو
.... کیڑے مکوڑوں کو پیدا کرے اور
ویسا ہی ہوگیا" (پیدائش ۲۴/۱)

پس کیڑے یعنی سانپ زمین نے پیدا کئے اور وہ خاک پر ہی رہتے تھے اس طرح وہ خاک کے کیڑے ہوئے داؤد نے جب اپنے آپ کو کیڑا کہا تو بالفاظ دیگر خاک کا کیڑا ہی کہا ہے کیونکہ خاک کے کیڑے سانپ وغیرہ کا مسکن خاک ہی ہے اور انسان کو بھی خاک سے پیدا کیا گیا (پیدائش ۷/۲) انسان مٹی ہے (زبور ۱۴/۱۰۳ و ۱۲/۸۲ یسعیاہ ۸/۶۴)

حضرت داؤدؑ نے جو کچھ اپنے متعلق کہا ہے وہ عیسائی عقیدہ کے مطابق جناب یسوع مسیح کے متعلق ہے زبور باب ۲۲ جس میں حضرت داؤدؑ نے اپنے لئے کیڑے وغیرہ کے الفاظ لکھے ہیں نئے عہدنامہ میں اس کو یسوع پر چسپاں کیا گیا ہے (متی ۴۶/۲۷ یوحنا ۲۴/۱۹ لوقا ۳۵/۲۳ عبرانیوں ۱۲/۲)

اور رسالہ مسیحی خادم گوجرانوالہ ماہ دسمبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۶ میں بحوالہ یرمیاہ ۳۰/۹ حزقیل ۳۴/۲۳، ۳۷/۲۴ ہوسیع ۳/۵ یسوع مسیح کو داؤد بتایا گیا ہے۔ رومن کیتھولک بائیبل جلد چہارم میں ان حوالجات سے بتایا ہے کہ داؤد سے مراد یسوع مسیح ہے۔ پس اگر حضرت داؤد کیڑے تھے اور انسان نہ تھے تو حضرت یسوع بھی کیڑے ہوئے نہ کہ انسان کیونکہ وہ بھی بقول انجیل نسب نامہ میں "ابن داؤد" کہلاتے ہیں (متی ۱/۱، ۹/۲۷، ۲۰/۳۰-۳۱) کیڑے سانپ کے بیٹے انسان نہیں ہوسکتے۔ حضرت داؤد فرماتے ہیں میں کیڑا ہوں نہ انسان (زبور ۲۲/۶) یعنی معترض پادری صاحب کے بیان کے مطابق "سانپ ہوں نہ انسان" تو ابن داؤد سانپ ہوا نہ کہ انسان۔ جناب یسوع نے اپنے آپ کی گنتی ۲۱/۹ کے سانپ سے مماثلت قائم کی ہے (یوحنا ۳/۱۴) اور اپنے شاگردوں کو ہدایت فرمائی کہ سانپوں کی مانند ہوشیار بنو (متی ۱۰/۱۶) پرانا سانپ جو ابلیس اور شیطان کہلاتا ہے اور سارے جہان کو گمراہ کرتا ہے (مکاشفہ ۱۲/۹، ۲۰/۲) بنی اسرائیل اور یسوع صاحب اور سب شاگرد معہ پادری صاحب بھیڑیں اور برّے ہیں (زبور ۱۰۰/۳، متی ۱۰/۶-۱۶، لوقا ۱۰/۳) پادری صاحب کے قول کے مطابق بھیڑوں اور برّوں کی اولاد انسان نہیں ہوسکتی۔ وحشی جانور جو پیٹ کے بل چلے گا وہ تو مٹی چاٹے گا لیکن بھیڑوں اور برّوں کی غذا کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کیا یہ جانور کستوری اور مشک نوش فرماتے ہیں؟ توریت میں بنیمین کو پھاڑنے والا بھیڑیا بتایا گیا ہے (پیدائش ۴۹/۲۷) پولوس کہتا ہے کہ میں بنیمین کے قبیلے میں سے ہوں (رومیوں ۱۱/۱) پادری صاحب کے اصول سے بھیڑیے کا بیٹا انسان نہیں ہوسکتا۔ زبور کا الہامی مصنف کہتا ہے کہ میں ویرانے کا اُلو بن گیا (۱۰۲/۶) نیز لکھا ہے کہ ہر ایک آدمی حیوان کی مانند اور بے دانش ہے (یرمیاہ ۱۰/۱۴) اشکار مضبوط گدھا ہے، دان راہ کا سانپ ہے (پیدائش ۴۹/۱۴-۱۷) اس کے علاوہ لکھا ہے "میں ہر ایک انسان کی نسبت حیوان ہوں" (امثال ۳۰/۲)

"انسانوں کی عار" کا مطلب واضح ہے حبقوق نبی کہتا ہے "اور بنی آدم کو سمندر کی مچھلیوں کی مانند بناتا ہے اور کیڑے مکوڑوں کی مانند کرتا ہے (۱/۱۴) خدا کے آگے اُس کے باشندے ٹڈوں کی مانند ہیں (یسعیاہ ۴۰/۲۲) ٹڈے بھی خاکی کیڑے ہی ہوتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنے اللہ کے حضور تذلل کے اظہار کے لئے اپنے آپکو کرم خاکی بتایا ہے جس کے معنے آدمزاد اور انسان کے ہیں۔ حضورؑ نے دوسرے مقام پر فرمایا ؎

اے کرم خاک! چھوڑ دے کبر و غرور کو
زیبا ہے کبر حضرت رب غیور کو

پادری صاحب خود تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں "لیکن ہمیں یقین ہے کہ اپنے آپکو کرم خاکی کہنے سے مرزا جی کا یہ مطلب نہیں ہوگا" جو پادری صاحب نکال رہے ہیں۔ اس کے سمجھنے میں کوئی دقت نہ تھی۔ جب کوئی شخص کہے کہ میں شیر ہوں تو اس کی دُم تلاش کرنا بے وقوفی ہوگی۔ بائیبل میں اسرائیل کی دُم (یسعیاہ ۹/۱۴) لوہے کے سینگ اور پیتل کے کھروں کا ذکر ہے (میکاہ ۴/۱۳) حضرت یرمیاہ اور یسوع کو برّہ کہا گیا ہے (یوحنا ۱/۲۹، ا پطرس ۱/۱۹، یرمیاہ ۱۱/۱۹) بلکہ شاگردوں اور سب عیسائیوں کو برّے بتایا گیا ہے (لوقا ۱۰/۳)

اب اگر پادری عنایت اللہ صاحب اپنی اور دوسرے بزرگوں کی دُم اور سینگ اور کُھر دیکھنے لگیں تو یہ ان کی بے وقوفی ہوگی۔ پس کلام کا مطلب متکلم کی منشاء سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ بائیبل میں خدا کو ریچھ یا بھالو اور شیر ببر کہا گیا ہے (نوحہ ۳/۱۰) کیا پادری صاحب کے نزدیک خدا سچ مچ بھالو اور شیر ببر ہے۔ نیز بائیبل کا خدا فرماتا ہے:-

"میں ننگا اور برہنہ ہو کر پھروں گا۔
میں گیدڑوں کی طرح چلاؤں گا اور
شتر مرغوں کی مانند شور کروں گا"

(میکاہ ۱/۸)

یہوواہ کو جنگی گھوڑا (زکریاہ ۱۰/۳) اسرائیلی سرداروں کو بیل (ملکی) اور ڈاڑھیوں کا ہجوم (ناحوم ۳/۱۵) بنی اسرائیل کو بسن کی گائیں (عاموس ۴/۱) خدا کو تیندوے کی مانند (ہوسیع ۱۳/۷) افرائیم کو بیاتی اور سدھائی ہوئی بچھیا (ہوسیع ۱۰/۱۱، ۴/۱۶) ہیرودیس کو لومڑی (لوقا ۱۳/۳۲) یہودیوں کو بھیڑیے (متی ۷/۱۵) بتایا گیا ہے۔ ایسے محاوروں سے بائیبل بھری پڑی ہے۔ (باقی پھر)

توسیع اشاعت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ الفرقان کی خریداری بڑھائیں۔ کم از کم ایک ایک خریدار ہر پہلے خریدار کو مہیا کرنا ضروری ہے۔ کاغذ کی گرانی کی وجہ سے امداد کی بہت ضرورت ہے۔

(مینجر الفرقان۔ ربوہ)

روزنامہ الفضل خریدیئے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ فرماتے ہیں:-

(۱) "سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر گھر میں "الفضل" پہنچے اور "الفضل" سے ہر گھر فائدہ اٹھا رہا ہو۔ ابھی جماعت کے حالات ایسے ہیں کہ شاید ہر گھر میں "الفضل" نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن جماعت کے حالات ایسے نہیں کہ ہر گھر اس سے فائدہ بھی نہ اٹھا سکے۔ اگر ہر جماعت میں "الفضل" پہنچ جائے اور جو بڑی جماعت ہے اور اسکے آگے کئی حلقے ہیں اسکے ہر حلقہ میں الفضل پہنچ جائے۔ خصوصاً خلیفہ وقت کے خطبات اور مضامین اور درس اور ڈائریاں وغیرہ ضرور سنائی جائیں۔"

(۲) "الفضل" اس شخص کی بات آپکے کان تک پہنچاتا ہو جسکے ذمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات لگائی ہے کہ جماعت کے متعلق وہ یہ فیصلہ کرے کہ اسے اس وقت فلاں کام کرنے چاہئیں لیکن اگر آپ اپنے کانوں میں الفضل نہ منگوا کر انگلیاں ڈال لیں تو پھر کام کیسے چلے گا۔ ہر جماعت میں کم از کم ایک پرچہ الفضل کا جانا چاہئیے اور اسکی ذمہ داری امراء اضلاع اور مربیان پر ہے اور اسکی تعمیل دو مہینے کے اندر اندر ہو جانی چاہئیے۔"

پاکستان ـــــــ اسلام کا مسکن

عامۃ المسلمین کے لئے لمحۂ فکریہ

(جناب شیخ غلام مجتبیٰ صاحب ۔ کوئٹہ)

پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔ یہ خطّۂ زمین اسلام کی بقا اور ترویج و اشاعت نیز اسلامی تمدن و ثقافت کی حفاظت اور اس کی نشو و نما کے لئے کتمانِ عدم سے منصّۂ شہود پر آیا۔ ان گنت افراد نے اس نظریہ کو پروان چڑھانے کے لیئے اپنے آپ کو مردانہ وار فدا کر دیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد لازمی اور ضروری تھا کہ یہاں قرونِ اولیٰ کا سا اسلام ہوتا اور پاکستان کے بڑے بڑے شہر بغداد، غرناطہ، قرطبہ اور قاہرہ کی مثال نظر آتے اور پاکستان میں زمانۂ ماضی جیسے علماء و مفکرین اور صاحبِ نظر پیدا ہوتے۔

گزشتہ صدیوں میں دنیائے اسلام نے کیسے کیسے گوہرِ گراں مایہ پیدا کئے مثلاً بو علی سینا، فارابی، البیرونی، ابن خلدون، ابن رشد، طوسی، رازی، رومی، شیرازی اور غزالی رحمہم اللہ اجمعین۔ یہ وہ جامع کمالات ہستیاں تھیں جن کی عملی اور علمی کاوشوں سے یورپ سینکڑوں سال استفادہ کر کے آج اس مقام عظمت و رفعت کو پہنچا ہے۔ نیز ہزاروں مردانِ خدا ایسے ہوئے جنہوں نے دنیائے رُوحانیت میں شمسِ بازغہ (چمکتے سورج) اور قمرِ منیر (روشن چاند) کی مانند ضوفشاں ہو کر ہر قسم کی جہالت و تاریکی اور ظاہری اور باطنی آلودگیوں کو دُور کر کے تمام دُنیا کو نورِ توحید سے منوّر کر دیا اور ایسے ایسے منتخب روزگار حکماء اور موجد پیدا ہوئے جنہوں نے قانونِ قدرت اور مظاہرِ فطرت کے رازہائے سربستہ کو آشکار کیا اور ایک جمِ غفیر عقلاء اور متکلمین کا برپا ہوا جس نے علومِ فلسفہ و منطق اور علمِ کلام میں ایسی ایسی نادر و عجیب جدتیں پیدا کیں کہ اُن کے سامنے ارسطو اور افلاطون طفلِ مکتب نظر آتے ہیں۔

قرونِ اُولیٰ کے مسلمان فتح و نصرت کا پرچم لہراتے ہوئے جس جگہ پہنچے وہاں علم و حکمت کے چشمے پھوٹ پڑتے اور وہ قومیں جو جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہی ہوتی تھیں نیرِ اسلام کی جلوہ ریزی سے دنیا کی استاد بن جاتیں۔ آخر اس قلبِ ماہیت کی کیا وجہ تھی؟

کیا پہلے زمانہ کا مسلمان آسائش زیادہ رکھتا تھا یا وہ آسودگی فراواں سے بہرہ مند تھا یا اس کے پاس ایسے وسائل موجود تھے کہ اس کے علم کا شہرہ فوراً اکنافِ عالم میں پھیل جاتا تھا؟ جواب میں سوائے نفی کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ زمانۂ ماضی اور موجودہ زمانہ کا تقابلی موازنہ کیا جائے تو صاف اور واضح جواب یہ ہوگا کہ جو آسائشیں اور آسانیاں فی زمانناً میسر ہیں ان کا عشرِ عشیر بھی گزشتہ زمانہ میں لوگوں کو حاصل نہ تھا۔ حصولِ تعلیم، طفولیت سے عالمِ شباب تک ایک جہدِ مسلسل کا نام تھا۔ اشاعتِ علوم کے لئے موجودہ زمانہ جیسی سہولتیں بھی نہ تھیں پھر بھی اُن عظیم الشان انسانوں کے رشحاتِ قلم اور کارہائے نمایاں پر آج کے دن تک اپنوں اور غیروں کی طرف سے خراجِ تحسین اور دلی عقیدت کے پھول نچھاور کئے جا رہے ہیں۔ اس طرۂ امتیاز کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب تین چھوٹے چھوٹے فقروں میں یوں دیا جا سکتا ہے :-

اوّل - قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا مذہب سے والہانہ عشق۔

دوم - اسلام کی تبلیغ و اشاعت۔

سوم - مخلوقِ خدا کی خدمت۔

یہی سہ گانہ اُمور تھے جن پر عمل پیرا ہو کر مسلمان صحرائے عرب سے نکلا۔ اُس کے سینہ میں قرآن کی تعلیم کا خزینہ تھا اور اُس کے اعمال اپنے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کا کامل پرتو۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں یہ عظیم الشان اور محیّر العقول تبدیلی کیسے واقع ہوئی جبکہ وہ حالتِ کفر سے ماضی قریب میں ہی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے تھے اور ہم موجودہ زمانہ کے مسلمان اباً عن جدٍ مسلمان چلے آ رہے ہیں پھر بھی صحابہؓ اور تابعینؒ کے زمانہ کے مسلمانوں سے کچھ بھی نسبت عملی نہیں رکھتے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اُس زمانہ کا مسلمان صحیفۂ ربانی قرآن مجید کو تدبّر و تفکّر کے ساتھ پڑھتا اور اس میں جن جن ضوابط یعنی اوامر و نواہی کا بیان ہُوا ہے اُن پر دل و جان سے کاربند ہونا فلاحِ دارین خیال کرتا تھا اور اس بات کے لئے عربی زبان کا جاننا ضروری ہے جب تک ایک مسلمان اپنے خالق و مالک ربّ العزت کے احکام و قوانین سے آگاہ نہ ہو تب تک اس کے قلب و نظر میں تبدیلی اور جلا پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ احکامِ الٰہی کو ہر وقت پیشِ نظر رکھنے کے لئے تلاوتِ قرآن ایک مقدس فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کا پڑھنا اور سُننا بے حد ثواب کا موجب اور رحمتِ الٰہی کا مورد بنا دیتا ہے۔ یہ اسلئے تا ہر مسلمان اللہ کے احکام کو مدِّنظر رکھے اور اپنے اعمال و کردار قرآنی تعلیم کے مطابق بجا لاتے رہے۔ تاریخِ اسلام میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ سلف صالحین اجتہاداً اپنی بات کو درست خیال کرتے لیکن جب انکو قرآن مجید یا فرمانِ نبویؐ سے آگاہ کیا جاتا تو وہ فی الفور اپنے مطمحِ نظر سے دست بردار ہو جاتے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے :-

اُتْرُكُوْا قَوْلِيْ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
یعنی جہاں فرمانِ نبویؐ کی سند ہو وہاں میری بات قابلِ پذیرائی نہیں ہو سکتی۔"

ایک دعوت کے موقعہ پر حضرت امام حسنؓ کی کنیز کے ہاتھ سے شوربہ کی طشتری آپ کے کپڑوں پر گر گئی۔ آپ نے غصہ کی نظر سے اُسے دیکھا۔ کنیز چونکہ خانوادۂ نبوت کی مزاج شناس تھی۔ اُس نے فوراً پڑھا والکاظمین الغیظ غصہ کو پی جانے والے۔ حضرتؓ نے حکم خدا سُن کر فوراً فرمایا كَظَمْتُ غَيْظِي میں غصہ کو پی گیا۔ لونڈی نے آیتِ ربانی کا دوسرا حصہ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ پڑھ دیا یعنی وہ لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں (دلی کدورت یا بغض نہیں رکھتے) آپ نے فرمایا عَفَوْتُ عَنْكِ میں نے تجھے معاف کیا۔ خادمہ نے آیت کریمہ کا آخری حصہ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ تلاوت کر دیا یعنی اللہ کریم احسان کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔ حضرت امام حسنؓ نے فرمایا۔ جا تو آزاد ہے۔ یہی وہ لوگ تھے جو روحانی سیرت، نورانی وجاہت اور جاودانی حیات کے سرچشمہ تھے جنہوں نے قرآن مجید کو اپنے نفوس اور سینوں میں جگہ دی اور اس کی حکومت اور شریعت کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے اپنی مرضیات اور خواہشات کو ترک کر دیا۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

قرآن مجید کی شریعت آخری شریعت ہے جس کا دائرۂ عمل قیامت تک ممتد ہے اور مسلمانوں کو خیر اُمّۃ کا خطاب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے لہذا امتِ محمدیہ کا زمانہ بھی قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور اس امر کی ضمانت کے لئے مسلمانوں کو دُنیا میں برتری اور تفوّق برقرار رکھنے کے لئے ایمان پر مضبوطی سے قائم رہنے کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ فرمایا:-

اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اے مسلمانو! تم دنیا کے مالک اور بہترین اور اعلےٰ صفات سے متصف رہو گے جب تک تم ایمان کے تقاضوں کو من و عن پورا کرتے رہو گے۔ چنانچہ اس حکم خدا کو مدّنظر رکھ کر مسلمان وادیٔ حجاز سے نکلا اور ابھی ایک صدی بھی ختم نہ ہوئی تھی کہ شرقاً غرباً شمالاً و جنوباً تمام دُنیا نعرۂ تکبیر سے گونج اُٹھی۔ مسلمانوں نے قرآن کی حکومت کو تمام دنیا پر نافذ کر کے دنیا سے ہر قسم کے ظلم و جور کو نسیاً منسیاً کر کے دارالامن اور دارالسلام بنا دیا۔ مسلمانوں کو یہ برتری اور علوِ شان کیوں حاصل ہوئی؟ یہ نتیجہ تھا فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ کا۔ وہ ہر دم اللہ کی یاد سے شاداں اور فرحاں رہتے تھے۔ ان کو غمِ روزگار اور ہر قسم کے آلام و شدائد سے واسطہ پڑتا تھا وہ غریب الوطنی میں موت کے مزے چکھتے تھے لیکن یہ سب کچھ رضا و رغبت برداشت کرتے ہوئے کہتے رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا ہم اللہ کے رب ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے پر اور اسلام کو بطور دین قبول کرنے

پر راضی ہیں۔ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے کلام و احکام اور فرامین کو تعظیم و قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کے قلب و نظر کی تسکین و راحت کا موجب صرف اور صرف یہ بات ہوتی تھی کہ وہ اُن مقدّس الفاظ کو اپنی زبان سے ادا کریں جو اللہ کے مُنہ کی باتیں ہیں اور جن کو اُس نے ہمارے پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی سینہ پر نازل کیا ہے وہ والہانہ محبّت اور شوق کی فراوانی تھی کہ زمانہ ماضی کا مسلمان علومِ قرآنیہ اور اُسوۂ حسنہ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری طرح فائدہ حاصل کر کے حسناتِ دنیا و آخرت سے اپنے دامن مراد کی جھولی بھرتا تھا۔

ہم اہلِ پاکستان پر لازم اور فرض ہے (جیسا کہ محترم صدرِ پاکستان اور دیگر عمائدینِ حکومت پُرزور اور واضح طور پر تلقین کر رہے ہیں) کہ پاکستان کو صحیح طور سے مملکتِ اسلامیہ بنانے کے لئے اسلامی اقدار کو اپنائیں۔ اس کے لئے ہم پر فرض ہے کہ اپنی ماضی کی تاریخ سے سبق حاصل کریں۔ چنانچہ جب تک مسلمان قرآنی علوم سے عاشقانہ ربط رکھیگا تاریخِ اسلام کے ذریعہ اپنے تابندہ و درخشاں ماضی کے ساتھ اپنی موجودہ زبوں حالی و کس مپرسی کا موازنہ کر کے عبرت و نصیحت حاصل نہ کرے گا، اسلافِ صالحین کے کارناموں سے (جن کے ذریعہ اسلامؐ دنیا میں پھیلا) اپنی عروقِ مُردہ میں حیاتِ نَو پیدا نہ کرے گا، مجاہدینِ اسلام کی فی سبیل اللہ کوششوں پر عمل پیرا نہ ہوگا، اپنے نفس کی ظاہری اور باطنی بُرائیوں کو دُور نہ کرے گا، جب تک مسلمان حکم خداوندی

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

کے پیشِ نظر آپس میں رحم دلی کا برتاؤ نہ کریں گے تب تک وہ اسلام کو اپنے قلب و نظر کی زینت نہ بنا سکیں گے اور اسلام اپنے گھر میں آکر بھی غریب الدیار ہی رہے گا۔

واحسرتا۔ صد افسوس! کہ انسان اپنے جسمِ فانی کو آرام پہنچانے کے لئے آسائشوں اور راحتوں کا متلاشی ہو لیکن اس کی رُوح جاودانی کا مکین و امین اسلام کہیں اپنا مامن و مسکن تلاش نہ کر سکے اور اس خوفناک گراوٹ اور روگردانی والے ماحول و زمانہ سے اللہ و رسول نے پہلے ہی اُمّتِ محمدیہ کو خبردار کیا ہوا ہے۔ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے:-

لَا يَبْقَى مِنَ الْاِسْلَامِ
اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ
الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے يَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔ اے میرے رب! میری قوم نے اِس قرآن کو چھوڑ دیا ہے۔ ایسی واضح ہدایت مکمل شریعت اور شاندار ماضی کے ہوتے ہوئے اگر ہم اہلِ پاکستان اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کریں تو کیا ہماری مثال اُن پراگندہ بھیڑوں کی نہ ہوگی جن کا کوئی پُرسانِ حال نہ ہو؟ اے کاش ہم ان لوگوں میں سے نہ ہوں۔ آمین ثم آمین ٭

"سبط نور" اور "شعلۂ پُر نور"

خدا ترس غیر مبایعین کی خدمت میں دردمندانہ اپیل

("شاھد عجمی" کے قلم سے)

امام عصر سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو خدا تعالیٰ کے حکم سے مصلح موعود سے متعلق پیشگوئی کا اشتہار شائع فرمایا۔ اس نشانِ رحمت کے جواب میں شاتمِ رسول پنڈت لیکھرام پشاوری کی طرف سے بھی ۱۸ مارچ ۱۸۸۶ء کو اشتہار شائع کیا گیا جس میں اس بد باطن اور بدزبان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابل پر اپنے تئیں "شعلۂ پُر نور" سے موسوم کرتے ہوئے "مصلح موعود" کو اصل علامات وصفات کے برعکس "مفسد موعود" ظاہر کیا اور لکھا مرزا صاحب تو اپنے فرزند موعود کو نور اللہ کہتے ہیں مگر میرے نزدیک وہ "دیجور کھلم کھلا ہے" وغیرہ۔ (کلیاتِ آریہ مسافر صفحہ ۴۹۳-۴۹۶)

افسوس! وہ بات جو کبھی پنڈت لیکھرام نے "شعلۂ پُر نور" کا نقاب اوڑھ کر کہی تھی اب "پیغام صلح" کے "سبط نور" صاحب کی تمام تر قلمی کاوشوں کا نقطۂ مرکزیہ بن چکی ہے "شعلۂ پُر نور" نے مصلح موعود کو "دیجور کھلم کھلا" لکھا تھا اور سبط نور صاحب اُس وجود کو جس کا نام آسمان پر **محمود** رکھا گیا مذموم ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا دنیا کے پردہ پر کوئی ایک بھی ایسے خدا ترس غیر مبایع موجود نہیں جو اس افسوسناک توارد اور مشابہت کے پس منظر پر سنجیدگی سے غور و فکر فرمائیں اور "سبط نور" کے سراسر ناروا بلکہ ظالمانہ طرزِ عمل پر احتجاج کریں ؎

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ　　کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

یہود نامسعود کے متعلق
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان پیشگوئی

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُقَاتِلَ الْمُسْلِمُوْنَ الْیَهُوْدَ فَیَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ حَتّٰی یَخْتَبِیَٔ الْیَهُوْدِیُّ مِنْ وَّرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَیَقُوْلُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ یَا مُسْلِمُ یَا عَبْدَ اللّٰہِ هٰذَا یَهُوْدِیٌّ خَلْفِیْ فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ" رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ باب الفتن صفحہ ۴۶۶)

ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے آنے سے پہلے پہلے مسلمانوں کی یہودیوں سے بڑی لڑائی ہوگی پس مسلمان انکو خوب ماریں گے حتیٰ کہ یہودی جس درخت یا پتھر کے نیچے چھپ کر بیٹھیں گے وہی درخت یا پتھر پکار اُٹھے گا کہ اے مسلمان! خدا کے بندے! اِدھر آ یہ یہودی چھپا بیٹھا ہے آکر اسے قتل کر۔" (عزیز الرحمن منگلا)

"میرا حج یہیں ہوگا"

شاد فاروقی صاحب زیر عنوان "اقوال و احوال" حضرت جنید بغدادیؒ کے متعلق لکھتے ہیں:-

"نقل ہے کہ ایک دفعہ ایک سید نے حج کا ارادہ کیا جب بغداد پہنچا تو آپ کی زیارت کے لئے آیا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو کس کی اولاد ہو؟ اور کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ سید ہوں اور گیلان کا رہنے والا ہوں۔ آپ نے فرمایا تمہارے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ دو تلواریں چلایا کرتے تھے، ایک کافروں پر دوسری اپنے نفس پر، تم ان کی اولاد ہو کونسی تلوار چلاتے ہو؟ یہ سن کر وہ بے تاب ہو کر گر پڑا اور رو کر کہنے لگا کہ "میرا حج یہیں ہو گیا، مجھ کو خدا کی راہ بتایئے! آپ نے فرمایا تمہارا سینہ خدا تعالیٰ کا حرم خاص ہے اس میں اس کے غیر کو جگہ نہ دو" (ہفت روزہ شہاب لاہور ۱۴ دسمبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۱۲)

(مرسلہ ملک محمود احمد۔ لاہور)

جناب خواجہ کمال الدین مرحوم کا عہد

جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنی کتاب "اندرونی اختلافاتِ سلسلہ احمدیہ کے اسباب" کے صفحہ ۱۹ پر حضرت خلیفہ اولؓ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:-

"جب مَیں نے بیعت ارشاد کی اور یہ بھی کہا کہ مَیں آپ کا حکم بھی مانوں گا اور آنیوالے خلیفوں کا حکم بھی مانوں گا"

(مرسلہ۔ دوست محمد شاہد)

"سبط نور" کے لئے آسان طریقِ فیصلہ!

(جناب مولوی محمد یار صاحب عارف ربوہ)

مندرجہ بالا عنوان سے مَیں نے الفرقان ماہ اپریل ۱۹۶۷ء میں "سبط نور" کے سامنے آسان طریق فیصلہ پیش کیا تھا۔ اس کے جواب میں "سبط نور" نے اصل مطالبہ کو چھوڑ کر کبھی یہ غلط تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مَیں نے تبلیغ احمدیت کے مقدس کام کو چھوڑ دیا تھا' کبھی یہ طعنہ دیا ہے کہ مَیں غلہ منڈی میں آڑھتی بن گیا تھا اور کبھی یہ کہ میرے والد محترم نے میرے خلاف مقدمات دائر کئے تھے اور پھر یہ کہ میری اور ان کی کوئی راز و نیاز کی باتیں ہوتی رہیں۔

مَیں ان کی اس بوکھلاہٹ کی باتوں کو چھوڑتے ہوئے اصل بحث کی طرف آتا ہوں۔ مَیں نے جو مطالبہ کیا تھا وہ یہ ہے کہ ہم دونوں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے ارشادات کے مطابق فیصلہ کر لیں۔ مگر چونکہ نام نہاد "سبط نور" کو علم ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی عدالت سے فیصلہ اُن کے خلاف ہو چکا ہوا ہے اسلئے انہوں نے اس کے بارے میں ایک لفظ تک لکھنے کی جراءت نہیں کی۔

مَیں آج حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا صرف ایک ارشاد پیش کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص صحابی حضرت پیر منظور محمد صاحب رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی تحریرات سے استنباط کیا کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (رضی اللہ عنہ) مصلح موعود ہیں اور ۱۴ نکات پر مشتمل ایک تحریر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کی تو حضور رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہمیں تو پہلے سے ہی معلوم ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں"۔ تب پیر صاحب نے یہ الفاظ قلمبند کر کے بغرضِ تصدیق حضور رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا کہ "یہ الفاظ مَیں نے برادرم منظور محمد سے کہے ہیں۔ نور الدین ۱۰ر دسمبر"۔ چنانچہ تشحیذ الاذہان ۱۹۱۴ء اور تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۳۶۹ پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے الفاظ کا عکس شائع شدہ موجود ہے۔ غیر مبایعین بتائیں کہ کیا وہ حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟ +

نوٹ:۔ الفرقان کے خلافت نمبر (مئی ۱۹۶۷ء) میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے کافی ارشادات و فرمودات آ چکے ہیں جو میرے اِس پیش کردہ حوالہ کے علاوہ ہیں اسلئے آئندہ اسی صورت میں کچھ لکھا جائیگا جبکہ اِن فرمودات کے متعلق دوسرے فریق کی طرف سے کچھ لکھا جائے +

الفردوس

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ھے

الفردوس

۸۵۔ انارکلی لاھور

رشید آئل ککرز

بلحاظ

خوبصورتی، مضبوطی، تیل کی بچت

اور

افراطِ حرارت

دنیا بھر میں

بہترین ہیں

اپنے شہر کے ڈیلر سے

طلب فرمائیں!

رشید اینڈ برادرز

ٹرنک بازار سیالکوٹ

عمارتی لکڑی

ھمارے ھاں

عمارتی لکڑی۔ دیار، کیل، پڑتل، چیل

کافی تعداد میں موجود ہے

ضرورت مند اصحاب

ہمیں خدمت کا موقع دیکر مشکور فرمائیں!

★ گلوب ٹمبر کارپوریشن

۲۵ نیو ٹمبر مارکیٹ لاہور۔ فون نمبر ۶۲۶۱۸

★ سٹار ٹمبر سٹور

۹۰۔ فیروز پور روڈ۔ لاہور

★ لائل پور ٹمبر سٹور

راجباہ روڈ لائلپور۔ فون نمبر ۳۸۰۸

ماہنامہ

تحریک جدید ربوہ

"اسلام کی روز افزوں ترقی کا آئینہ دار"

آپ خود بھی یہ ماہنامہ پڑھیں اور غیر از جماعت دوستوں کو بھی پڑھائیں!

سالانہ چندہ۔ صرف دو روپے

مینجنگ ایڈیٹر

موتیاروک

• موتیاروک موتیابند کا بلا اپریشن علاج ہے!

• موتیاروک دُھند، جالا، پھولا، ککروں کے لئے بھی بے حد مفید ہے۔

• موتیاروک بینائی کو تیز کرتا ہے، اور چشمہ کی ضرورت نہیں رکھتا۔

• موتیاروک آنکھ کی ہر مرض کیلئے مفید تر ہے۔

بیت الحکمت لوہاری منڈی لاہور

مفید اور مؤثر دوائیں

نورِ کاجل

ربوہ کا مشہورِ عالم تحفہ

آنکھوں کی خوبصورتی اور صحت کے لئے بہترین تحفہ! خارش، پانی بہنا، ہھنی، ناخنہ، ضعفِ بصارت وغیرہ امراضِ چشم کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ متعدد جڑی بوٹیوں کا سیاہ رنگ جوہر ہے جو عرصہ ساٹھ سال سے استعمال میں ہے۔

خشک و تر فی شیشی۔ سوا روپیہ

تریاقِ اٹھرا

اٹھرا کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی بہترین تجویز، جو نہایت عمدہ اور اعلیٰ اجزاء کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے!

اٹھرا بچوں کا مُردہ پیدا ہونا یا پیدا ہونے کے بعد جلد فوت ہو جانا یا چھوٹی عمر میں فوت ہو جانا یا لاغر ہونا ان تمام امراض کا بہترین علاج!

قیمت۔ پندرہ روپے

نورِ منجن

دانتوں کی صفائی صحت کیلئے ازحد ضروری ہے۔ یہ منجن دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی حفاظت اور علاج کے لئے بہت مفید ہے۔

قیمت۔ ایک روپیہ

نورِ نظر

اولادِ نرینہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی بہترین تجویز، جس کے استعمال سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑکا ہی پیدا ہوتا ہے۔

مکمل کورس۔ پچیس روپے

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ گولبازار ربوہ

(طابع و ناشر:۔ ابوالعطاء جالندھری ❊ مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ ❊ مقامِ اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ)

بیتُ اللہ شریف کے باہر بابُ صفا کے نیچے ۱۹۶۵ء میں چھ احمدی حجاج سڑک پر کھڑے ہیں

ئیں جانب سے : (۱) چوہدری عطاء اللہ صاحب چک ۳۵ سرگودھا (۲) خواجہ محمد دین صاحب راوی روڈ لاہور (۳) قریشی محمد حنیف قمر علوی (سائیکل سوار

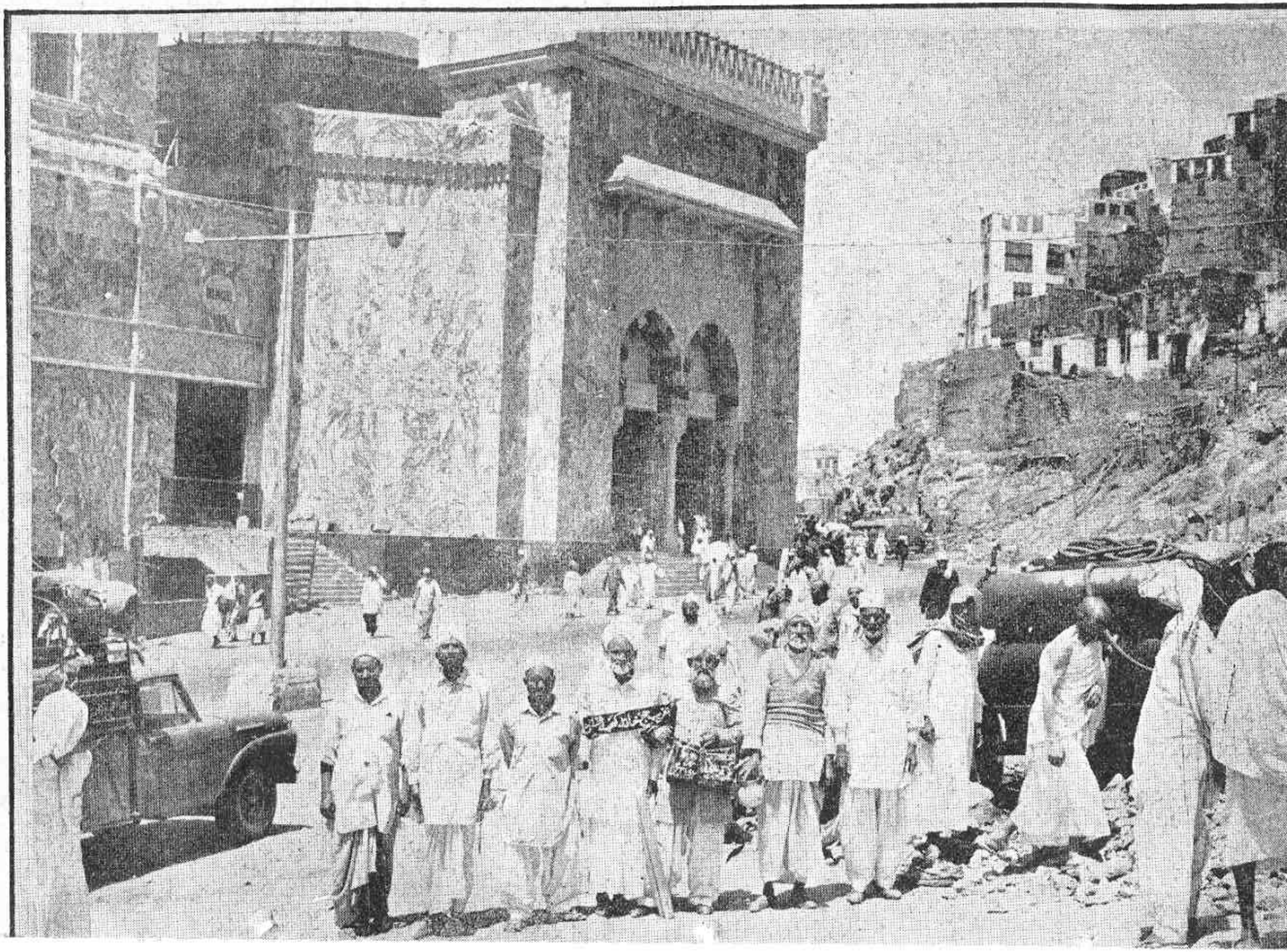

(۴) ماسٹر غلام محمد صاحب
شہر شاہد

(۵) شیخ شریف اللہ صاح
کلاتھ مرچنٹ لائل

(۶) چوہدری صاحب
آف بہاول نگ

ان کے آگے والے دو
کا نام ہم نہیں جانت

★

طالب دعا: قریش
محمد حنیف قمر علوی
اس فوٹو کی کاپی مل سکتی

مورخہ ۱۰-۱-۶۷ء

تردید عیسائیت

کے سلسلہ میں ان کتب کا مطالعہ آپ کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگا

• **مباحثہ مصر** قیمت ۲/-

(عیسائیت کے بنیادی عقائد پر جناب مولانا ابوالعطاء صاحب مشہور اسلامی اور مشہور عیسائی پادری ڈاکٹر نیپس کے مابین فیصلہ کن مباحثہ)

• **تحریری مناظرہ** قیمت ۱.۵۰

(الوہیت مسیح کے بارہ میں جناب مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل اور مشہور عیسائی پادری عبدالحق صاحب کے درمیان تحریری مناظرہ جس میں دو دو پرچے لکھے جانے کے بعد پادری صاحب نے مزید لکھنے سے انکار کر دیا)

• **الفرقان کا عیسائیت نمبر** قیمت ۲.۵۰

(عیسائیت کے مختلف عقائد پر اہم حضرت کے تحقیقی مقالات کا ذخیرہ)

• **مباحثہ مصر کا انگریزی ترجمہ** قیمت ۱.۲۵

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی جملہ کتب ہمارے مکتبہ سے مل سکتی ہیں۔

فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

مکتبہ الفرقان - ربوہ

نصرت آرٹ پریس ربوہ